تاریخ
چوہان راجپوت

تصنیف لطیف

ابو یوسف محمد منیر چوٹیا چوہان

نظرثانی

ابوالممتاز ارشاد احمد عباسی صاحب

حسب فرمائش سربراہ خاندان

میاں محمد سلیم خاں چوٹیا چوہان ایڈووکیٹ کچہری منچن آباد

ناشر

ادارہ تحقیق راجپوت چوہان مدھانی والا

ڈاکخانہ خاص براستہ منڈی صادق گنج تحصیل منچن آباد

ضلع بہاولنگر

اے لوگو!

"ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت
(حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام)
سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم میں ذاتیں اور
گوتیں شناخت کے لئے بنائی ہیں بے شک
اللہ تعالٰی کے نزدیک قابل تکریم وہ ہے
جو زیادہ پرہیزگار ہو۔"

(القرآن)

(القرآن)

بسم الله الرحمن الرحيم

والله خير الرازقين

ے دُنیا دے وِچ ہندیاں بتّہ ہی جُھدے رہن کمینے
تاں اِک بھاگاں والی ماں کم دا پُتّر جَمّے

انتساب

معروف علمی وادبی سرپرست، فلاحی سماجی شخصیت چوہان خاندان کے عظیم سپوت ملک محمد لطیف خاں چوہان بُرج آثاری شرقپور روڈ ضلع شیخوپورہ کے نام کرتا ہوں۔ جن کی مساعی جمیلہ، مالی تعاون سے یہ کتاب منظرِ عام پر آئی۔

گر قبول اُفتد زہے عِزّ و شرف
عجز آگیں : مصنّف



ملک محمد لطیف خاں چوہان

کچھ کتاب کے بارے میں

میں "ادارہ تحقیق راجپوت چوہان چوٹیہ" کے بانی محترم محمد منیر چوٹیہ صاحب کا بے حد مشکور و ممنون ہوں۔ جنہوں نے اپنی ذاتی سعی و کاوش اور وسیع النظر علم و فن کی بدولت چوٹیہ خاندان سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس ادارہ کی بنیاد رکھی۔

میری قارئین چوٹیہ خاندان سے استدعا ہے کہ وہ "ادارہ تحقیق راجپوت چوہان چوٹیہ" کی رکنیت میں شامل ہو کر اس ادارہ کے اغراض و مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ میں نے ادارہ کی اشاعتِ اول "گلشنِ چوٹیہ" کا بخوبی مطالعہ کیا۔ اور مجھے اس کی اشاعت پر بڑا فخر ہے کہ گلشنِ چوٹیہ کے مؤلف محترم محمد منیر چوٹیہ صاحب نے مذکورہ کتاب کی تدوین و اشاعت کے ضمن میں بڑے اختصار اور جامعیت سے کام لیا اور چوٹیہ خاندان کے تاریخی واقعات و شخصیات کی ترتیب و تصحیح اور حقائق کو مدِنظر رکھ کر اس طرح مرتب کیا۔ جس سے چوٹیا خاندان کی تہذیب و ثقافت سعادت مندی اور جرأت و بہادری کی داستان اپنی مثال آپ پیش کرتی ہے۔ ادارہ ہذا کی دوسری کاوش "تاریخ چوہان راجپوت" میں مصنف نے اپنی تحریر اسلوب کو خوش کُن الفاظ میں سمو کر چوہان خاندان کا سر فخر سے بلند کیا ہے۔ مصنف ایک حقیقت شناس اور سچی تاریخ دانی ہے۔ میں ان کی کاوش پر ان کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔

خیر اندیش

رانا افتخار احمد چوٹیہ

ایم اے (تاریخ و مطالعہ پاکستان) بی ایڈ ۲۳۰ گ ب

راجپوتاں تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

رنگِ طباعت

نام کتاب ———— تاریخ چوہان راجپوت

مصنف ———— ابو یوسف میاں محمد منیر چوٹھیا چوہان

نظر ثانی ———— ابوالممتاز ارشاد احمد عباسی

بار ———— اول

تعداد ———— ۵۰۰

تاریخ اشاعت ———— اپریل سنہ ۱۹۹۹ء

کتابت ———— محمد جمیل شرقپوری

صفحات ————

قیمت ———— ۲۰۰ روپے

ناشر ———— ادارہ تحقیق راجپوت چوہان چوٹھیا
سدھانی والا، ڈاکخانہ خاص براستہ منڈی صادق گنج
تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر، پنجاب

ملنے کا پتہ: سیٹھ آدم حاجی عبداللہ بمبئی والے
تاجران کتب ناشران قرآن مجید نولکھا بازار
لاہور

مادۂ تاریخ طباعت

تاریخ

چوہان راجپوت

مؤلف

ابو یوسف محمد منیر چوٹیا چوہان

نظرِ ثانی: ابو الممتاز ارشاد احمد خان عباسی

"اعلیٰ تاریخ چوہان راجپوت"

سنہ ۱۹۹۹ء

از نتیجۂ فکر

محمد حسن خاں مہرانی نوشاہی

بہاول پور

اے لوگو!

"ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت
(حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام)
سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم میں ذاتیں اور
گوتیں شناخت کے لئے بنائی ہیں بے شک
اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل تکریم وہ ہے
جو زیادہ پرہیزگار ہو۔"

(القرآن)

(القرآن)

فرمانِ نبوی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

"کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فوقیت فضیلت نہیں۔ اگر کسی کو کسی پر برتری اور فوقیت ہے تو دینداری اور اچھے کردار کی وجہ سے ہے اور سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔"

(حدیث نبویؐ)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راجپوت کا مطلب کیا؟ اس عنوان سے ماہنامہ "پیام راجپوت" میں اشتہار ہے جس میں تحریر ہے " راجپوت کسی دین و مذہب کا نام نہیں بلکہ ایک تاریخ ساز کردار سے عبارت ہے جو آریہ نسل کے پیشہ ور فوجیوں / کھتریوں نے ہندو پاک دھرم اور بدھ مت کے تین ہزار سالہ دورِ اقتدار میں ہندو تہذیب و تمدن کی ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے تعمیر کیا مگر ساتویں صدی عیسوی میں جب برہمنیت اور بدھازم کی باہمی طویل کشمکش کے نتیجے میں ہندو تہذیب رُو بہ انحطاط ہوئی تو یہ پیشہ ور فوجی بھی اپنی اپنی ریاستوں اور راجواڑوں میں خود مختار بن بیٹھے اور راجہ کہلائے تب ان راجاؤں کی اولاد نے اپنا انفرادی تشخص قائم کرنے کے لئے بطور شناخت خود کو راجپوت (راجہ کا پوت) کہلوایا۔ بعد ازاں آٹھویں صدی عیسوی میں جب یہ خطہ زمین دین محمدی سے متعارف ہوا تو ان راجپوت جیالوں نے بھی خدا کی واحدانیت اور اسلام کی حقانیت کو بسروچشم قبول کیا اور یوں ان راجپوتوں کا یہ کردار بھی مشرف بہ اسلام ہو کر دو آتشہ ہو گیا اور پھر یہ راجپوت نسل خلوص دل اور جرأت و ہمت سے ہمیشہ مسلمان حکمرانوں کی معاون و مددگار بھی رہی - آج بھی جہاں کہیں اس کردار کی رمق باقی ہے انہی راجپوتوں کے سینے نشان حیدر سے سجے نظر آتے ہیں - یہی ان کی شناخت ہے -

اور تاریخ بھی ان راجپوتوں کو محض اسی اعلیٰ وارفع کردار سے پہچانتی ہے گویا راجپوت وہ ہے جو غیرت و حمیت، شجاعت و مردانگی، حق گوئی و بے باکی، فرض شناسی اور حب الوطنی جیسے تمام خصائل اور خصائص کا حامل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک یہ جوہر قابل ان کے سینوں میں محفوظ رہا۔ یہ ہزاروں برس تک اس برصغیر میں عظیم اور سرفراز رہے اور جوں ہی یہ گوہر خصوصی راجپوتوں کے جسم وجاں سے دور ہوا وہ محض "پدرم سلطان بود" اور "ہمچو من دیگرے نیست" کے کھوکھلے دعووں اور فرسودہ نعروں میں گم ہو گئے۔"

فروری ۱۹۹۲ء کے "جہانِ راجپوت" میں تحریر ہے کہ

"راجپوت ہندوستان کے راجے مہاراجے اور ان کی اولاد ہیں۔ ان کا تعلق شریف اور شاہی خاندان سے ہے۔ ان کے بزرگ خدا کے برگزیدہ تھے۔ ان کی زندگی پر دنیاوی نہیں دیوتاؤں کی زندگی کا گمان گزرتا تھا وہ اس دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ ان کی زندگی کا خاص مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچائیں۔ راجپوت پرلے درجے کے نفس کش اور محب الوطن تھے اپنے ملک کی محبت میں اور اپنی قوم کی بہتری کے لئے جان قربان کر دینا ان کے لئے معمولی بات تھی۔ جنگ کے موقع پر زبردست جنگجو اور زمانہ امن میں پرامن ہمسائے تھے۔ عیش و عشرت کی ان کو خبر تک نہ تھی اور نہ ہی آرائش اور تجمل کو اپنے گھروں میں گھسنے دیتے تھے مختصر یہ کہ وہ دنیاوی خواہشات کے غلام نہ تھے۔"

زیرِ نظر کتاب "تاریخ چوہان راجپوت"

میری مرتبہ ہے۔ بندہ کو تاریخ و ادب سے گہرا لگاؤ ہے۔ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اتنے دُور دراز علاقے میں بیٹھ کر علم کی آبیاری کرتے ہیں۔

بندہ کی یہ اشاعت حرفِ آخر نہیں ہے اسے تاریخ کا ایک ورق ہی سمجھیں۔ اُمید ہے تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ہماری اِس کاوش کو پسند فرمائیں گے اور اپنی آراء سے مطلع فرمائیں گے۔

ملک کی نامور ادبی شخصیت جناب فقیر اثرؔ انصاری فیض پوری صاحب سرپرست "انصاری فاؤنڈیشن پاکستان" کے خصوصی تعاون پر اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ابو یوسف محمد منیر چوہان

سرپرست ادارہ تحقیق چوہان راجپوت

مدھالی والا ضلع بہاولنگر

دیباچہ

از ابوالممتاز ارشاد احمد عباسی فتح گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔ اُس نے ہی تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔ اِس کائنات میں شجر و حجر برگ و گل، حیوان و انسان، زمین و آسمان، شمس و قمر، اور خدا معلوم کیا کیا اشیاء تخلیق فرمائیں۔ یہ سب کچھ اللہ کی ذات ہی جانتی ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کا ایک شعر ہے

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روئے محمد بنایا گیا
پھر اِسی نقش سے مانگ کر روشنی بزم کون و مکاں کو سجایا گیا

قدامت تخلیق انسانی کے متعلق تاحال کوئی واضح نظریہ قائم نہیں کیا جا سکا۔ اس سلسلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا کرہ ارض پر تشریف لانا اور پھر اُن کی اولاد کا کائنات میں پھیلنا۔ مختلف علاقوں میں بنا۔ حکومتیں کرنا یہ سب تاریخی روایات کا مرہونِ منت ہے۔ کوئی مؤرخ کچھ کہتا ہے تو دوسرا کچھ کہتا ہے۔ بالفاظ دیگر روایات ظنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ زیر نظر کتاب کا موضوع بھی ایسا ہی ہے جس کی قدامت حسب و نسب پر روایات مختلف ہیں۔ جن پر حتی الامکان بحث کی گئی ہے۔ خدا معلوم اِن روایات اور حسب و نسب میں کہاں تک صداقت ہے۔ اس کا بھید اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

مولانا شمس نوید صاحب عثمانی نے لکھا ہے کہ " زمین پر حیات انسانی کی شروعات کو ہزاروں سال بیت گئے۔ لاتعداد عظمتوں، پستیوں روشنی کے میناروں اور عبرت کی داستانوں کو سمیٹتا ہوا وقت لگاتار آگے بڑھتا جا رہا ہے اُس آخری گھڑی کی طرف جہاں ایک دھماکے سے ان سارے عجائبات کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور ایک نئی اور ابدی حیات کا آغاز ہوگا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہی انسانی عقل بھی ارتقاء کی منزلیں طے کر رہی ہے اور اپنی ترقی کے نقطۂ عروج پر پہنچ کر یہ مادی عقل بھی فنا ہو جانے والی ہے اب سے چودہ سو سال پہلے جب انسانی عقل بچپن کے دور سے نکل کر بلوغت کے دور میں داخل ہوئی تو رب کائنات نے خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دُنیا میں اس آخری کتاب کے ساتھ بھیجا جس میں وقت کے آخری سرے تک پیش آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ قرآن کریم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سب سے بڑا معجزہ ہے اور اس کے عجائبات رہتی دُنیا تک سامنے آتے رہیں گے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے۔

"ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں دُنیا میں دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی، یہاں تک کہ ان پر کھُل کر رہے گا کہ یہ حق ہے"۔

بقول حضرت علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ

اِسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا

کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

زیرِ نظر تاریخ چوہان راجپوت ہے۔ اس میں برصغیر پاک و ہند کے علاقے میں بسنے والے سینکڑوں خاندانوں میں سے ایک ممکنہ حد تک

ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ فی زمانہ نسب پر بات کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔
لیکن اللہ تعالےٰ تو خود قرآن پاک میں فرماتا ہے۔
"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک جوڑا سے پیدا کیا اور بنائیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس میں پہچان ہو۔ تحقیق اللہ کے نزدیک عزت و تکریم کا معیار تقوےٰ ہے"
اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے
"تم اپنے نسبوں کا علم سیکھو تاکہ اس کے ذریعے تم اپنے رشتے ملاؤ۔ بے شک اپنے اقرباء سے سلوک رکھنا کنبے میں محبت کرنا ہے اس سے مال میں زیادتی ہوگی اور عمر بڑھتی ہے"۔
میرے دوست محمد منیر جوئیہ صاحب نے کچھ اضافے کرنے کا عزم کیا۔ چنانچہ انہوں نے شخصیات و شجرہ جات کا تعارف شامل کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے بھاگ دوڑ کی۔ شخصیات کا تعارف حاصل کیا۔ جو شامل کتاب کر دیا ہے۔ بندہ غریب آدمی ہے۔ مہنگائی کے اس دور میں کتابوں کی اشاعت کا معاملہ کسی غریب کے بس کا روگ نہیں ہے۔ قبل ازیں بندہ نے "تاریخ آل عیص" المعروف وٹو راجپوتوں کی تاریخ" مرتب کی تھی۔ جو سنہ ۱۹۹۶ء میں مکمل ہوئی۔ جس کا قطعہ تاریخ"

میرے دوست محمد حسن خاں میرانی نے لکھا ہے
"ذکر دا حوال وٹو راجپوت"

سنہ ۱۹۹۶ء

"تاریخ آل عیص از ارشاد احمد ادیب"

سنہ ۱۹۹۶ء

خوبی اس کتاب کی ہیں کیا کروں بیاں
تحفۂ عجیب ہے یہ اور لاجواب ہے
عیش کے دل سے لکھو سال اس تصنیف کا
"تاریخ آل عباس بھی عمدہ کتاب ہے۔"

+۱۰ = ۱۹۸۶ء = ۱۹۹۶ء

پاکستان کے قومی ترانہ کے خالق بھی چوہان خاندان کے فرد ہیں - جن کا اسم گرامی حفیظ جالندھری ہے - جن کا تعارف شخصیات کے زمرہ میں شامل کتاب ہے - حفیظ جالندھری صاحب ریاست بہاولپور کے دربار کے شاعر تھے - نواب صادق محمد خاں خامس عباسی حج بیت اللہ شریف کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنے ساتھ دیگر قافلے والوں کے ہمراہ حفیظ جالندھری کو بھی شامل کیا تھا - اس سفر حج کی تفصیل "حج صادق" کے نام سے شائع ہو چکی ہے - جن حضرات کی تحریروں سے اقتباسات لئے گئے ہیں - اُن حضرات کا شکر گزار ہوں - اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں - اس غلطی کو تاریخ کا طالب علم ہونے کے ناطے سے معافی کا خواستگار ہوں - اگر غلطی کی نشان دہی خاکسار کے ایڈریس پر کر دی جائے تو شکر گزار ہوں گا - جناب فقیر ارشد انصاری شیخوپوری صاحب کے تعاون کا شکریہ

(معاون)
ابو الممتاز ارشاد احمد خاں عباسی
فتح گڑھ، ڈاکخانہ منڈی صادق گنج
ضلع بہاولنگر

تحریر: فقیر اشرف انصاری فیض پوری، اثر منزل فیض پور خورد ضلع شیخوپورہ

کتاب "گلشن چوٹیہ چوہانؒ" کے بارے تاثرات

تنی چھیتی دے من موہنے سائز وچ چوہان خاندان دی تاریخ چھپ کے بازار وچ آئی تاں جگ وچ دُھم پچ گئی۔ چوہان فیملی دے بالکاں توں لے کے وڈ وڈیریاں دے ہتھاں وچ ایہہ کتاب نظریں آئی۔ کیوں جے ایہہ تحقیقی شاہکار اے۔ راجپوت چوہاناں دی مکمل تے ٹھوس تاریخ اے۔

جناب ابو یوسف محمد منیر چوٹیا نوں کون نہیں جان دا۔ بہاولنگر دے لاگے مدھالی والا دی دھرتی تے رہ کے ایہہ بندہ پورے ملک دے راجپوت چوہاناں دی تاریخ لکھ سکدا اے۔ دو سو چالی صفحیاں دی کتاب "گلشنِ چوٹیہ" وچ فاضل مؤلف نے راجپوت برادری تے چوہان برادری دی وجہ تسمیہ دس کے راجپوتاں دیاں مڈھلیاں مشہور راجدھانیاں دا ویروا کیتا اے۔ راجپوتاں وچ جدوں اسلام دی روشنی کھلری تاں راجپوتاں دے گھرانے وچوں چیتی گوتاں نے جنم لیا۔ دوجے باب وچ چوہان گھرانے دے وچ معروف چوہان راجے، راجہ پرتھوی، گوگا چوہان دا تفصیلاً ذکر اے۔ چوہاناں نے جدوں اسلام قبول کر لیا تاں ایس گھرانے وچ ڈھیر سورمے نے جنم لیا تے انج تائیں مثالی، رفاہی تے سماجی شخصیتاں زمانے وچ اپنی سُچ دُھج وکھا رہیاں نیں۔ فاضل مؤلف نے ڈائریکٹری وچ چوہان گھرانے دے ملازمت پیشہ، علمائے کرام، حفاظ کرام، وکلا حضرات

مدرسین، سیاسی تے مذہبی شخصیتاں دا تعارف قلم بند کیتا اے۔ تقسیم ہندو پاک دے ویلے چوٹیاں خورد و کلاں توں آون والے چوہان گھرانے دے چشم و چراغ دا ذکر کیتا اے۔ بیگم ڈھ، نانکے والا تحصیل موگا ضلع فیروز پور، دھانسے والا، ریاست بیکانیر، ضلع حصار، بہلوان، بیکانیر تے ضلع فیروز پور توں آون والے چوٹیاں دا حوالہ دِتا اے۔ کتاب وِچ کئی نامور شخصیات دیاں تصویراں وی شامل نیں تے صفحہ نمبر ۲۳۲ اُتے مؤلف نے اپنا شجرہ حضرت آدم علیہ السلام توں لے کے لکھیا اے ایس کتاب دا مؤلف بڑا دانشمند تے دانا لکھاری اے اوہنے چوہان برادری دا ذِکر کر کے ایس برادری نوں امر کر دِتا اے۔

چوہان برادری دے صاحب ثروت تے سپوتاں نوں چاہیدا اے کہ اجیہے انمول موتیاں نوں سنبھال کے رکھن۔ اجیہیاں لوڑاں دا خیال رکھن تاں جے ایہہ محنتی بندہ صفحہ قرطاس اُتے شاہکار لکیردا رہوے خاص کر علم انساب وِچ مؤلف نوں ید طولیٰ حاصل اے۔

کتاب دا انتساب راجپوتاں دے ہر دلعزیز سپوت میاں محمد سلیم چوٹیہ ایڈووکیٹ تے مؤلف دے نانا حضرت مولانا نور احمد سنپار فاضل دیوبند دے ناں اے۔ کتاب وِچ نثر دے نال نال کدھرے کدھرے شاعری دے حوالے وی مِلدے نیں۔

صفحہ نمبر ۲۳ اُتے کورو پانڈو دشمنی دا منظوم ذِکر مِلدا اے۔ ایہہ ای اکبر اعظم دے دَور وِچ رانا پرتاب دی حمیت تے اَنا بھریا ذِکر شاعری وِچ مِلدا اے۔

صفحہ نمبر ۳۲ اُتے اِک نظم پڑھیاں راجپوتاں دی فن تیر اندازی

شاہ زوری، جواں مردی تے مردمی وجاہت اُتے چانن پیندا اے کہ راجپوتاں دے گھرانے دے سُورمے نے کویں سوئمبر دی رسم وِچ برق رفتار چکّر اُتے بنی مچھی دی مورت نوں نشانہ بنا کے دُنیا دی حسین ترین خاتون دروپدی نوں حاصل کیتا سی۔

گلشن چوٹھیہ دا مؤلف اِک پڑھیا لکھیا بندہ اے۔ اوہدی کتاب اُتے تبصرہ کرن لگیاں اوہدا ذکر کرنا وی ضروری اے۔ مؤلف دے وڈ وڈیریاں وِچوں اٹھارویں صدی عیسوی وِچ دو سکے بھرا میاں پارس خان چوٹھیا چوہان تے میاں رانا خاں چوٹھیہ چوہان چوٹیاں کلاں تحصیل موگہ ضلع فیروزپور انڈیا توں مدھالی والا نزد بہاولنگر آئے۔ میاں پارس دا پُتر امیر بخش نے وی اپنی حیاتی دے دن مدھالی والا وِچ ای لنگھائے۔ ایہناں دا پُتر منشی نور احمد وی ایتھے ای رہیا۔ آپ محکمہ نہر وِچ پٹواری سن ۱۹۶۹ء وِچ ریٹائرمنٹ ہوئی۔ ۱۹۹۴ء وِچ ایس جہان فانی توں وداع ہوئے۔ موصوف روزے نماز دا پابند سی۔ خوش اخلاق سادگی پسند تے ملنسار انسان سی۔ منشی نور احمد دے گھر ۱۹۶۱ء وِچ مدھالی والا دی دھرتی تے محمد منیر چوٹھیہ مؤلف گلشن چوٹھیہ دا جنم ہویا۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول مدھالی والا وِچ ہوئی۔ چھیویں تیکر پڑھ کے درس نظامی وِچ داخلہ لے لیا۔ مدرسہ صادقیہ عربیہ عباسیہ منچن آباد توں علم شرتیر تے خصوصاً عربی فارسی دا علم سکھیا تے کجھ علم ضلع بہاولنگر دے مدرسہ عید گاہ توں پا کے سند لئی۔ بعد وِچ مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی توں فاضل عربی دا امتحان پاس کر کے سند لئی۔ جنہوں شہادت العالمیہ آکھیا جاندا اے۔ فیر مختلف ادیان تے

مذہبیاں دا تقابلی مطالعہ کئی مدرسیاں دیاں لائبریریاں وچوں کیتا۔ ایس توں بعد ضیاء الحق دے دور وچ ۲۲ مارچ ۱۹۸۲ء نوں ہائی سکولز وچ بطور عربی مدرس مقرر ہوئے۔ ابتدا پرائمری سکول بھوگاں والا ضلع بہاولنگر توں ہوئی فیر ہائی سکول گورنمنٹ حاصل ساڑھو نزد اڈا یار سکا ضلع بہاولنگر وچ تقرری ہوئی۔ ۱۹۷۹ء دے شروع وچ مدھانی والا دے ہائی سکول وچ آ گئے۔

محمد منیر چوٹیہ دی شادی بچپنے وچ ای اینہاں دی پھپھی دی دھی نال ہوئی۔ محمد منیر دی اولاد ترے پتر تے اک دھی اے۔ سب توں وڈی دھی زبیدہ بی بی مدھانی والا وچ جمی۔ قرآن پاک پڑھی اے۔ زبیدہ بی بی دی شادی محمد مشتاق لیبر انسپکٹر پتوکی نال ہوئی۔ فیر محمد یوسف جمیا ایہدی پیدائش وی مدھانی والا وچ ہوئی۔ میٹرک تیکر پڑھیا۔ شوگر مل پتوکی وچ بطور منشی ملازم اے۔ وچکارلا پتر محمد یونس وی مدھانی والا وچ پیدا ہویا۔ مدھانی والا وچ اٹھویں تیکر تعلیم پائی۔ اج کل ناویں جماعت لئی تیاری ہیں
منڈی صادق گنج وچ داخل اے۔ محمد منیر دا سب توں نکا تے گھر وڈری دا پتر محمد یسین اے۔ مدرسہ صادقیہ توں قرآن پاک حفظ کیتا پورے والا وچ جامعہ حنفیہ توں درس دی تعلیم پا رہیا اے۔

محمد منیر نے مرحوم مولانا احمد علی صاحب مدیر خدام الدینؒ لاہور دے صاحبزادہ مولانا عبیداللہ انور دے ہتھ اُتے بیعت کیتی۔ محمد منیر نے مسلک اہلسنت و جماعت حنفی دی ترجمانی کردیاں ہویاں غیر مقلداں نال مناظرے وی کیتے تے "گلشن چوٹیہ چوہان" لکھ کے چھپوائی آپ بڑے آہری تے محنتی بندے نیں۔ کئی قلمی مسودے تیار کر کے

کے رکھے نیں۔ جنہاں وچوں "تاریخ چوہان" تے "دنیاتِ عالم" قابلِ ذکر نیں۔ محمد منیر داقد درمیانہ، رنگ گندمی تے سچے رخسار اُتے ڈِگس نال زخم دا نشان ملدا اے۔ آپ دا حلقہ احباب پورے ملک وچ پھیلیا اے خاص کر چوہان برادری وچ جاتے پچھانے جاندے نیں۔

۱۶ دسمبر ۱۹۹۷ء نوں منیف پور خورد وچ پہلی وار کامیتوں ملن آئے تاں میرے علمی ادبی کماں نوں تک کے بڑا سراہیا تے ڈاہڈے خوش ہوئے اللہ پاک ایہناں نوں عمر خضری تے بخت سکندری نال نوازے تاں جے ایہہ بندہ اپنے سُنہری خیالاں نوں اکھراں دا روپ دے کے علمی ادبی حلقیاں وچ نہلکہ مچاندے رہن۔ اِک رباعی دا نذرانہ پیش اے۔

ع

بڑا اُچا خیال منیر دا اے سِر تے ایس نوں پھبی دستار سوہنی
ملن سار تے با اخلاق بندہ بہن اُٹھن سوہنا تے گفتار سوہنی
میتوں ملیا پہلی وار سیّدم ہمیشہ دی منتظر بوٹی ڈٹھی چمکار سوہنی
"گلشن چوہٹیہ" دی کتاب اپنی اشعر ایس تے سَدا بہار سوہنی

اشعر منزل منیف پور خورد
۱۶ دسمبر ۱۹۹۷ء

ویلے دے مہان تاریخ دان، نامور محقق، ممتاز ادیب، بزرگ لکھاری
جناب ابو یوسف محمد منیر چوٹھیا کی معرکتہ الآرا کتاب "گلشن چوٹھیہ چوہان"
کے بارے منظوم تاثرات۔

از قلم عبد الجبار اشرف بی اے، فیض پور خورد ضلع شیخوپورہ ننکانہ

اُلفت تے عقیدت دی دوا تے ڈوبے لاکے
تحقیق دے قلم نوں ہتھ وچ لے کے اُچا خیال دوڑا کے

محمد منیر چوٹھیا ہوراں لکھیا نال پیاراں
گلشن چوٹھیہ نال محبت کھڑیاں عجیب بہاراں

خاندان چوہان دی ایہنے ڈھونڈ تاریخ چھپوائی
مڈھ توں لے کے اج دے تائیں کر تفصیل سمجھائی

چوہیں چوہیں وچ جگ چوہاناں اپنے حکم چلائے
غیرت مند جوان بہادر کسی کسی تھاں تے جائے

اُنکھی پیو دے ایہہ پُت اُنکھی غیرت اُتے مردے
وچ میدان دے ساہویں لڑدے کنڈ کدی نہ کردے

چوٹھیہ کہن چوہاناں تائیں منیر صاحب سمجھایا
ایہہ گھرانا ہجرت کرکے جیونکر ہند نوں آیا

پاکستان ملک دے اندر کھلرے جس جس جائیں
کر تحقیق مصنف دسیا فرق پایا کجھ ناہیں

گلشن چوٹھیہ عجیب کتاب اے کھڑ گئے پھل گلزار دے
جاپے محمد منیر صاحب نے لکھی اے رُت بہار دے

اپنے پوتے ارشاد احمد کی بڑے دھیان سے پرورش و تربیت کی۔

والد بزرگوار کا نام حاجی امیر حمزہ عباسی ہے۔ ان کی ولادت ۱۹۲۴ء میں فتح گڑھ میں ہوئی۔ بہت دینی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ یتیم ہونے کی وجہ سے سکول کی تعلیم نہ پا سکے پابند صوم و صلوٰۃ ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت پائی اور اپنے بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ والدہ کا نام اہلی سین ہے۔ جو کہ محمد جعفر خان عباسی فتح گڑھی کی بیٹی ہے۔

ارشاد احمد کا یوم ولادت ۲۴ مئی ۱۹۵۳ء ۱۰ رمضان المبارک ہے۔ مگر تعلیمی ریکارڈ میں استاد صاحب نے ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء درج کیا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت عباس بن عبدالمطلب تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اوّل سے سوم تک وودو سکول فتح گڑھ میں پائی۔ چوتھی سے پانچویں تک گورنمنٹ پرائمری سکول فتح گڑھ میں پڑھے۔ چھٹی سے دسویں گورنمنٹ ہائی سکول منڈی صادق گنج کے چیچہ وطنی کالج میں مکمل کی اور ایف اے ۱۹۷۲ء میں ملتان بورڈ سے پاس کیا۔ سی ٹی کا امتحان ایلیمنٹری کالج بہاولپور سے پاس کیا۔ بی اے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی بہاولپور سے کی۔ ایم اے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ہی پاس کیا۔

ارشاد احمد کی شادی ۱۰ اگست ۱۹۷۶ء بروز ہفتہ کرم ولی محمد عباسی (متوفی ۱۹۸۵ء) چک نمبر ۸۹ فتح تحصیل حاصل پور کی بیٹی سرور بی بی سے ہوئی۔ جن کا ۱۵ جنوری ۱۹۸۹ء کو انتقال ہوگیا۔ اس کے بطن سے تین بیٹے اور پانچ لڑکیاں تولد ہوئیں۔ بیٹوں کے نام ممتاز احمد عباسی مختار احمد عباسی اور افتخار احمد عباسی ہیں۔ سرور بی بی کی رحلت کے بعد عباسی کی ہمشیرہ نسرین بی بی ان کے عقد میں آئی۔ اس سے ایک لڑکا سہیل احمد عباسی ڈیڑھ ماہ کا ہو کر پردہ پا گیا۔

ارشاد احمد نثر لکھنے میں کمال حاصل کر چکے ہیں۔ کبھی کبھار شاعری بھی کر لیتے ہیں بہت بڑے تاریخ دان، محقق اور مبصر ہیں۔ ان کی تصنیفات تاریخ عباسیان بہاولپور، میرانی بلوچوں کی تاریخ، بزرگان دین ضلع بہاولنگر اور گلشن چوٹیا شائع ہو چکی ہیں اور غیر مطبوعہ قلمی مسودات کا ڈھیر موجود ہے۔ جس میں سے تاریخ حسین آباد، تاریخ آل حیص المعروف

ڈنٹو راجپوتوں کی تاریخ، ذکر خواجہ عبدالحکیم فوزیؒ، تذکرہ خواجہ نور محمد ثانیؒ، پیر عزیز مکیؒ پاک پتن شریف، مرویات ابن عباس ترجمان القرآن (سیرت ابن عباسؓ)، تذکرہ سید حمید علی شاہؒ، مرقع سادات ڈیراور، تاریخ اقوام بہاولپور، تاریخ چوہان راجپوت، تاریخ ضلع پاک پتن، بیلی یار، نواب صادق محمد خان خامس اور ان کا عہد، ملکہ نجیر النسا، المعروف گاما گدھوکی، تذکرہ سادات گیلانی بہاولپور، اعزاز المصنفین بہاولپور بہاولپور کے تاریخ گو شاعر، بہاولپور ریاست کے وزراء اعظم اور کئی دوسرے طویل مقالے سونے کے پانی سے لکھنے کے لائق ہیں۔ ارشاد احمد عباسی بڑے محنتی اور دن رات تصنیف و تالیف میں معروف ادیب ہیں۔ آج کل گورنمنٹ ہائی سکول حاصل ساڑھو نزد حویلی لکھا (رشید سلیمان کی) میں معلم بھی ہیں اور کئی علمی ادبی اداروں کے سرپرست بھی۔

راجپوت

خود دار مثلِ کوہِ ہمالیہ ہے راجپوت
ہے معترف جہاں کے جیالا ہے راجپوت

پھرتا ہے یہ جہاں میں ہتھیلی پہ رکھ کے سر
عالم میں منفرد ہے، نرالا ہے راجپوت

مر مٹنا اپنی آن پہ اس کا اصول ہے
ماں نے عجیب ڈھنگ سے پالا ہے راجپوت

اس کے ضمیر میں ہے وفا و بہادری
رب نے انا کے سانچے میں ڈھالا ہے راجپوت

ہر اک محاذ پر ہے درخشاں یہ نوجواں
انسانیت ہے چاند تو ہالہ ہے راجپوت

یہ عجز و انکساری پہ آئے تو یوں لگے
ریشم نما ہے، روئی کا گالا ہے راجپوت

حجاب جہاں کہیں بھی اندھیروں کا راج ہے
اک روشنی ہے، اک اجالا ہے راجپوت

(حجاب آزاد)

راجپوت قوم سے خطاب

اے سلف کے نام پر مر مٹنے والے نوجوان
اپنی دیرینہ روایت کا بلند کر تو نشان

تیری غیرت تیرے عزم پاک کی تجھ کو قسم
تو عقاب کوہ ہے تیرا ہے بلند آشیان

راجپوتی خون پر تاریخ عالم شاہد ہے
تیری شمشیر بکف کا شاہد ہے خونی میدان

تیرے سینے پر منقش اب تلک ہیں یہ حروف
اے بنی آدم تیرا مقام است بر رفعت آسمان

تیری آزادی تیرے عزم کی ہوتی گواہ
گر تیری تاریخ میں ہوتا آج پھر ہندوستان

اب بھی مل سکتا ہے تجھ کو سلف کا جاہ و جلال
اب بھی مل سکتا ہے تیری قوم کو موتی گران

حرف انور کو ذرا تو سوچ اور تقلید کر
پھر تو ہو گا جہاں کا اور تیرا ہو گا سارا جہان

(راجہ محمد انور خان جنجوعہ)

آریا

آریا کے معنی ہیں لائق۔ قابل تعظیم اور عالی مرتبت کے۔ آریہ لوگوں کو اپنے معزز ہونے پر بڑا ناز و فخر ہے۔ کچھ اہل قلم لوگوں کے خیالات پڑھیں۔

خالد احمد صاحب اپنے مضمون "نیا شاہ نامہ" میں رقم طراز ہیں۔

" وسط ایشیا سے ہجرت پر مجبور ہو جانے والے آریہ قافلے افغانستان سے ہی دو گروہوں میں بٹ جاتے۔ ایک شاخ قدیم پاکستان یعنی گندھارا میں فروکش ہو جاتی اور ایک شاخ ایران کی جانب نکل جاتی۔ ایران کی سطح مرتفع کے شمال میں بسنے والی آریہ نسل " میڈی" کہلائی۔ جب کہ جنوبی ایران میں بسنے والی آریہ نسل تاریخ میں ایرانی کے نام سے موسوم ہوئی۔ تاریخ کے بہاؤ میں میڈیوں نے ایرانیوں سے پہلے اپنا کردار ادا کیا مگر میڈیوں کا اقتدار زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ اور ایرانی النسل شہنشاہ سائرس نے ایران اور میڈیا دونوں پر قبضہ کر کے قدیم اور عظیم ایرانی سلطنت کی بنیادیں رکھ دیں۔ قدیم میڈیا آج کے آذربائیجان کے علاقوں پر مشتمل تھا۔"

(ستارہ ڈائجسٹ دسمبر ۱۹۷۸ء)

راجہ محمد انور خان جنجوعہ اس طرح لکھتے ہیں کہ

" خداوند کریم نے اس نسل انسانی کو اتنا بڑھایا کہ ان کی نسل کو مختلف ممالک کی تلاش ہوئی۔ زمانہ اور تاریخ نے ان کو مختلف اطراف میں دیکھا۔ کبھی یہی پسر آدم عرب کے صحرا میں گھوما اور کبھی اس کے غول نے وسط ایشیا میں اپنی بود و باش اختیار کی اور اس کے بعد اس کے غول

مختلف اطراف عالم کی جانب سفر راہ اختیار کر گئے۔ ایران کی جانب تین گروہوں نے اخراج کیا۔ وہ آرین کہلائے اور کچھ گروہ ان سے جدا ہو کر زمین پاک و ہند کی جنوبی جانب بڑھے اور انہوں نے اپنے آپ کو آریا کہلانا شروع کیا۔"

شہادت علی خاں کے الفاظ کا بھی مطالعہ کریں۔ لکھتے ہیں۔ کہ

"دو تین ہزار سال قبل مسیح میں یہ قوم وسط ایشیا سے اٹھ کر موجودہ پنجاب میں آئی اور رفتہ رفتہ سارے ہندوستان پر قابض ہو گئی آریہ قوم کی ایک شاخ نے ایران کی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ ایران کے موجودہ حکمران (شہنشاہ ایران) کا ایک لقب آریہ مہر بھی تھا۔ آریہ قوم کے کچھ قبائل بہت دور آگے یورپ تک پہنچ گئے اور انہی کے نام پر ایک ملک آئرلینڈ مشہور ہے۔ تیسری شاخ نے ساتھ پہاڑیوں پر وہ شہر بنایا جو انجام کار شاہان روم کے لقب سے مشہور ہوا۔ جرمن قوم بھی آریہ الاصل ہونے کی دعوے دار ہے۔ چنانچہ ہٹلر کے عروج میں آریہ قوم کی برتری اور سواستک 卐 نشان اور نازی ازم کا نعرہ جس قدر زور پکڑ گیا تھا۔ دنیا اس سے بخوبی واقف ہے۔ آریہ قوم کی جو شاخ ہندوستان میں آباد ہوئی اُسے ہم ہندی آریہ کہہ سکتے ہیں۔ یہی لوگ بعد میں ہندو مشہور ہوئے۔"

(صفحہ ۲۲، ۲۳)

پروفیسر اکرم میرانی لکھتے ہیں۔ "آریہ سنسکرت کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں اونچی ذات، شریف اور آزاد۔ یہ لوگ خوارزم اور بخارا کے رہنے والے تھے۔ یہ لوگ (۲۰۰۰ ق م) وسطی ایشیا سے مغربی ایشیا کی

طرف آئے۔ آریہ لوگ گائے، بیل، بھیڑ، بکریاں پالتے تھے۔ اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ اس لئے ان کی زبان سنسکرت میں "گاوستی" کی اصطلاح جنگ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں مویشیوں کے لئے جدوجہد۔ یہ لوگ اُونی کپڑے پہنتے تھے۔ عورتیں اور مرد دونوں پگڑی استعمال کرتے تھے۔ ان میں خاندان کے سربراہ مرد ہوتے تھے۔ یہ لوگ شکار کے رسیا تھے اور پانسہ بھی کھیلتے تھے۔ معاشرے میں تین طبقات تھے کھتری، برہمن اور ویش۔ لیکن تینوں طبقوں میں شادی بیاہ کا عام رواج تھا لوگ پیشے بدلتے رہتے تھے۔

آریہ لوگ کبھی بھی جم کر نہیں رہتے تھے۔ جوں ہی چراگاہوں میں گھاس کی کمی ہوتی یہ لوگ چل دیتے ان کے یہاں اسی لئے پوجا یا عبادت کے لیے مستقل جگہیں نہیں تھیں۔ یہ لوگ آگ، سورج اور آسمان وغیرہ کی پوجا کرتے تھے۔ اندرا دیوتا ان کا سب سے طاقت ور دیوتا تھا یہ کامیابی و شادمانی کا دیوتا تھا۔ جوں ہی انہیں وادئ سندھ پر سبقت حاصل ہوئی۔ اندرا دیوتا تمام دیوتاؤں کو مات دے گیا۔ پدری نظام کی وجہ سے ان کے اکثر دیوتا مرد ہیں۔ دیویاں ان کی داشتائیں تھیں یہ قبیلے فنِ حرب میں ماہر تھے۔ یہ لوگ تانبے اور لوہے کے استعمال سے واقف تھے۔

اس لئے وادی سندھ کے لوگ جو کہ لوہے کے استعمال سے واقف تھے۔ ترقی یافتہ تلواروں اور نیزوں سے مات کھا گئے۔ آریاؤں کی آمد تقریباً پانچ سو سال تک جاری رہی۔ انہوں نے وادی کے لوگوں کو غلام بنا کر ایک نئے سماجی ڈھانچے کی بنیاد رکھی۔ جس میں غلاموں کو پیداواری قوت

کے طور پر استعمال کیا۔ ان کی زبان میں ریاست کو راشٹر اور حکمران کو راجن کہتے تھے۔“ صفحہ ۴۷، ۴۸

جمیل احمد رانا لکھتے ہیں کہ ”ڈیڑھ ہزار سال ق۔م کے قریب وسط ایشیاء کے آریہ قبائل کی بعض شاخیں اور لہریں باختر، افغانستان پنجاب اور شمالی ایران میں پھیلتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ ان کے ابتدائی حالات کا سُراغ پارسیوں کی مذہبی کتاب ژند وآشتا اور ہندی آریاؤں کی مذہبی کتاب رگ وید سے لگایا جاتا ہے ان کتابوں کے بھجن ڈیڑھ ہزار سال ق۔م سے ایک ہزار ق۔م تک کے عرصہ میں تصنیف ہوئے اور صدیوں محض انسان کی قوت حافظہ کی مدد سے جو اس دَور کے انسانوں میں بہت تیز ہوتی تھی۔ پشت در پشت منتقل ہوتے گئے یہ دونوں کتابیں کئی سو سال بعد ضبط تحریر میں آئیں جب ایران اور ہندوستان کے آریہ تحریر کے فن سے آشنا ہوئے۔ ژند وآشتا کا ایک مکمل نسخہ ۳۳۰ ق۔م میں ایران کے آریہ بادشاہوں کے عالیشان محل پرسی پولیس میں موجود تھا۔ جسے اس سال سکندر رُومی نے نذر آتش کر دیا۔ موجودہ نسخہ جو نامکمل ہے۔ ایران کے ساسانی خاندان کے بادشاہوں نے جن کا دَور سنہ ۲۲۶ء سے سنہ ۶۴۱ء تک ہے مرتب کرا دیا تھا۔ اس نسخہ کو عرب مسلمانوں کے حملے کے وقت پارسیوں کی بعض جمعیتیں ہندوستان لے آئیں۔ جو گجرات، کاٹھیاواڑ، سورت اور بمبئی میں آج تک آباد ہیں۔

(ماہنامہ پیام راجپوت)

جب آریا ہندوستان میں داخل ہوئے تو انہوں نے جس پیشے

کو حقیر جانا وہ مفتوحہ قوموں کے لئے چھوڑ دیا ۔ جناب ایس ایم شاہد صاحب آریوں کی اُس وقت کی معاشرتی تنظیم کے متعلق رقم طراز ہیں ۔

"آریہ جب ہندوستان میں آباد ہوئے تو اُن کی جماعت قبیلوں پر مشتمل تھی ۔ جن کی الگ الگ زمینیں تھیں ۔ معمولاً ہر قبیلے میں ایک راجہ ہوتا تھا ۔ اور چند ممتاز خاندان جن کا منصب راجہ کے ماتحت جنگ کے کام کرنا تھا ۔ میدان جنگ میں فوج کی سرداری راجہ اور انہی چند خاندانوں کے لوگ کرتے تھے ۔ راجہ کے بعد سب سے بڑا درجہ پروہت کا تھا ۔ جو قبیلے کا مذہبی پیشوا ہوتا اور جس طرح راجہ تلوار کے ذریعے قبیلے کی حفاظت کرتا یا اس کے لئے ترقی کی راہیں نکالتا ۔ ویسے ہی مذہبی پیشوا دیوتاؤں کو راضی رکھ کر آسودگی اور کامیابی کا اہتمام کرتا راج پاٹ کی طرح پیشوائی بھی موروثی ہوتی تھی اور ہر قبیلے میں مذہبی پیشواؤں کے خاندان ہوتے تھے ۔ جن کا مخصوص عہدہ دینی فرائض کو انجام دینا تھا ۔ راجہ، حاکموں اور مذہبی پیشواؤں کے علاوہ جتنے لوگ تھے ۔ وہ جن یا عوام تھے مگر ان کی حیثیت بے زبان محکوموں کی سی نہ تھی ۔ وہ آزاد تھے اور بڑی حد تک خود مختار تھے وہ بسر اوقات کے لئے کھیتی باڑی کرتے یا مویشی پالتے تو اس میں عزت کے خلاف کوئی بات نہیں تھی ۔ راجا اور حاکم بھی یہی کرتے تھے ۔ مگر زیادہ بڑے پیمانے پر عوام میں سے کوئی صاحب ہنر ہوتا یعنی لوہے، لکڑی یا چمڑے کے کام میں خاص مہارت رکھتا تو اُس کی بڑی قدر کی جاتی تھی ۔ اس لئے کہ یہ کام جاننے والے بہت کم تھے ہر خاندان کا سردار اور اس کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا منتظم

کوئی ایک شخص ہوتا تھا۔ اور غالباً یہ عہدہ بھی موروثی ہوتا تھا۔ ہمیں صحیح طور پر معلوم نہیں کہ ملکیت کا حق کس قسم کا تھا اور مشروط تھا یا نہیں مگر غیر منقولہ جائیداد خاندان کی مشترک ملکیت ہوا کرتی تھی۔"

یہ تو تھا۔ اُن کی معاشرتی تنظیم کے متعلق۔ اب آؤ دیکھتے ہیں کہ اُس وقت اُن کی مذہبی صورتِ حال کیا تھی۔ فائق کامران کی کتاب "ایک تہذیب کی وحدت" سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ آپ بھی پڑھیں۔

"قدیم آریا جب مغربی پاکستان میں داخل ہوتے تو بظاہر فطرت کے پرستار تھے اور یہاں سکونت پذیر ہونے کے بعد بھی عرصہ تک فداۓ فطرت مثلاً آسمان، سورج، آگ، ہوا پانی صبح کی پرستش کرتے رہے اور انہیں اپنا دیوتا یعنی معبود سمجھتے تھے۔ رگ وید میں اگنی دیوتا یعنی آگ کے دیوتا سے یوں خطاب کیا گیا ہے۔

"اے رفیع الشان اگنی! اگرچہ تیری فطرت واحد ہے مگر اس کی صورتیں تین ہیں۔ آتش بن کر تو زمین دھکتا ہے۔ بجلی بن کر فضا کو منور کرتا ہے۔ اور سورج کا لباس پہن کر آسمان پر شعلہ زن ہے تو وہ رشتہ ہے جس کا پھیلاؤ آسمان تک ہے تو وہ پُل ہے جو فضائے بسیط پر محیط ہے اور جس پر ہوتے ہوئے نیک لوگ بالآخر بہشت میں داخل ہوں گے۔"

ایک اور اشلوک میں اسے زمین و آسمان کا خالق کہہ کر یاد کیا گیا ہے

"وہ آقا جو زمین کا خالق ہے آسمان کا خالق ہے جو بحرِ بے پایاں کا خالق ہے ہماری دعا ہے کہ اس کا قہر ہم پر نازل نہ ہو۔ ہم کس کی عبادت کریں اور ہم کس کو نذر دیں۔"

مگر یہ توحید پرستی تادیر قائم نہ رہ سکی اور ایک سے زیادہ آقاؤں

یا دیوتاؤں کی پرستش کا شعار بنالیا۔ اور جب یہ سلسلہ چل نکلا۔ تو پھر دیوتاؤں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ اب ہر قبیلہ کا اپنا دیوتا تھا۔ اسی پر اکتفا نہ کیا گیا۔ بلکہ مختلف آرزوؤں کے پورا کرانے والے دیوی دیوتا بنالیے گئے۔ جب آریوں میں عبادت گاہیں تعمیر کرنے کا رواج ہوا تو ہر عبادت گاہ میں ان دیوتاؤں کے بُت اور مجسمے رکھے جانے لگے۔"

(۷۵ - ۷۷)

آریا ہندوستان میں داخل ہونے لگے تو آگے راجہ محمد انور خان جنجوعہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

"قدیم تواریخ یہ ثابت کرتی ہیں کہ جب آرین نسل انسانوں کی تعداد ہندوستان کے مرغزاروں میں بڑھتی شروع ہوئی تو انہیں محسوس ہوا کہ ہمیں کن کن تکالیف کا سامنا ہے اور اسے ان بلاؤں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کن طور طریقوں کو کار عمل میں لانا بہتر ثابت ہوگا۔ بڑے بڑے رہبروں نے اس مسئلہ کا اصل حل معلوم کیا۔

مؤرخین ماضی یہ کہتے ہیں کہ منوسمرتی کے زمانہ میں یہ مسئلہ اس حل تک پہنچا کہ تمام کو چار حصوں میں تقسیم کردیا جائے تاکہ ہر دم کا حصہ ہر ضروری وقت میں اپنی اپنی خدمات بجا کہ قوم کو ہر قسم کی خدمات فراہم کرسکے اور قوم ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے تاکہ بیرونی حملہ کا سدِباب بھی ہوتا رہے ان وجوہات کی بنا پر تمام قوم کو چار حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ جن میں پہلا گروہ برہمنوں کا تھا۔ جو کہ تعلیم و تحصیل کے ضامن تھے۔ جو کہ ہر وہ طریقہ ایجاد کرتے تھے۔ جن کا تعلق تعلیم سے ہوتا تھا۔ یہ خود بھی تعلیم حاصل کرتے اور دوسروں کو بھی تعلیم دیتے

تھے یہ شاستر اور ویدوں، علم نجوم اور دیگر تعلیمات کے ماہر ہوتے تھے۔ دوسرے گروہ میں کشتری آتے ہیں۔ جن کا کام قوم و ملک کی حفاظت کرنا تھا۔ ہر گروہ ہر وقت بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے سر بکف رہتے تھے ان ہی کشتری سالاروں میں سے راج گدی پر جلوہ افروز ہوتا تھا۔ جیسے راجہ راؤ یا رائے کا خطاب حاصل تھا پھر ان ہی راجاؤں کی نسلیں فوج کے سپہ سالار غیرت مند لیڈر شمار ہوتے تھے جو کہ بعد میں راجپوت کے لفظ سے موسوم ہوئے یعنی راجاؤں کے پوت یا بیٹے۔ انہی پیدائشی انقلاب کی وجہ سے یہ ورثہ بعد میں تمام کشتری قوم کے لئے مخصوص ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے تمام گروہوں میں یہ گروہ بڑا باعزت گروہ شمار ہوتا تھا۔ ان کا پیشہ سپہ گری تھا۔ یہ فنون جنگ اور ان کے دیگر طور طریقے سے پیدائشی تعلیم پاتے تھے ان کا سپہ گری پدری کسب تھا اور یہی کسب ان کو فوجی تربیت حاصل کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ اس گروہ کے علاوہ تیسرا گروہ ویش کا تھا۔ جن کا کام ہر وہ چیز میسر اور پیدا کرنی جو کہ قوم کے لئے باعث استعمال و سکون کے ہوتی تھی ان میں کسان و دیگر کسب رکھنے والے لوگ شمار ہوتے تھے۔ فوجی خوراک مہیا کرنا ہتھیار بنانا ملبوسات اور دیگر اشیاء ضروری کا پیدا کرنا ان کا پیدائشی کسب بن گیا۔ ان کے بعد چوتھا نمبر شودر کا آتا تھا۔ یہ گروہ بڑے کام کا گروہ تھا۔ مگر اس گروہ سے نفرت کرنا ان کا فطرتی کام ہو گیا۔ شودر کا بچہ بھی دوسرے گروہوں کے بچو کے ساتھ کھیل نہیں سکتا تھا۔ یہ چار بڑے گروہ ابتدائی تاریخ کی ایجاد جو کہ آج سے ہزاروں سال پیشتر ایک ایک انسان نے قوم کی مشکل کو حل کرنے کے لئے ایجاد کئے۔

منو سمرتی کی وضاحت اُردو انسائیکلو پیڈیا میں اس طرح کی گئی ہے

"منو کا دھرم شاستر" ہندوؤں کے قانون کی کتاب جس پر عام طور پر ہندو عمل کرتے ہیں۔ اِسے منو کی تصنیف سمجھا جاتا ہے۔"

چوہان

از قلم "ٹاڈ"

ٹاڈ راجستھان تو لغۂ اُفق میں چوہان عرف چھوناں کے عنوان سے تحریر کیا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں

"یہ قوم شجاعت دلیری، جوانمردی اور اولوالعزمی میں اگنی کل کی باقی ماندہ اقوام پر سبقت رکھتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ راجپوتوں کی بہادر قوموں میں کسی کو بہادر کہہ سکتے ہیں تو یہی چوہان قوم ہے۔ بیشک چھتیس خاندان شاہی کے بڑے بڑے واقعات کے ذکر اور بہادران قوم کے اوصاف میں دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہیں

"تلوار راٹھوراں" یعنی راٹھوروں کی تلوار کا بھی لوہا مانا جا سکتا ہے مگر جس وقت انصاف سے کام لیا جائے گا۔ تو چوہان کی بہادری ان کا فن حرب و ضرب میں کمال سب بارہ بانٹ رہے گا۔

خاص چوہانوں ہی پر فرض نہیں اس کی شاخوں نے بھی وہی بہادری کا کمال دکھایا ہے جو ان کے اصلی بزرگوں کو عطا ہوا تھا اور فرقہ ہر کیچی دیورا سونی گرا وغیرہ نے تو اپنا نام معرکہ آرائیوں کی بدولت زندہ جاوید ہی کر دیا ہے۔ کبیشروں نے ان کی خوب مدح سرائیاں کی ہیں۔

چوہان سے مراد ہے چار ہاتھ کا تلوار یا بہادر (چھتری یا چیتر ہاہو بیر) برا ہمنوں نے اگنی کل کی چار قومیں راکھشسوں سے لڑنے کے لئے پیدا کی تھیں - ان میں سے اور سب تو بھاگ کھڑی ہوئیں - صرف چوہان قوم تھی - جس نے راکھشسوں کو ناکوں چنے چبوائے - نیچا دکھایا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کوہ آبو پر چوہان قوم کی پیدائش کا جو ذکر کتب قدیمہ میں حوالہ قلم ہے اس کا اقتباس نذر ناظرین کر دیا جائے -

"سمیر کیلاس کی طرح پہاڑوں کے گرد پراچلیش قیام گزیں ہوئے صرف ایک دن اس مقام پر برت رکھنا تمام گناہوں کو دور کر دیتا ہے اگر یہاں سال بھر بودوباش کی جائے تو انسان بنی نوع انسان کا مرشد کامل بن جائے گا - حالانکہ آبو پہاڑ بہت مقدس پہاڑ ہے اس پر تارک الدنیا خواہشات نفسانی سے بری، گائے کا دودھ کندمول پھل پر بسر کرنے والے قناعت پسند رشی منی تپسیا کرتے تھے دنیا کی نعمتوں کا خواب میں خیال نہ تھا - دل آزاری کے برائے نام مستحق نہ تھے تاہم دیت ان کی ریاضتوں میں خلل انداز ہوتے جگیہ روکتے اور دیوتاؤں کے چڑھاوے ناپاک کر دیتے -

برہمن لوگ جنوب مغرب کی جانب اپنے ہون کنڈ بناتے تھے ادھر دیت اور راکھشس وغیرہ گرد و غبار سے زمین و آسمان پاٹ دیتے تھے اور اشیائے غلیظ خون، ہڈی اور گوشت وغیرہ ناپاک چیزوں سے جگہ کو ناپاک کر دیا کرتے تھے - یہی وجہ تھی کہ جگیہ ناتمام رہ جاتا تھا اور ریاضت عبادت رائگاں - دیتوں کے ہاتھوں سے تنگ آ کر انہوں نے پھر ہون کئے اور مقدس رشیوں، منیوں اور کامل برہمنوں نے اگن کنڈ کے چاروں طرف

اکٹھے ہو کر سری مہا دیو جی سے پرارتھنا کی کہ مہاراج سہائتا کرو۔ امداد کا وقت ہے۔ دِل سے نکلی ہوئی پرارتھنا اثر پذیر ہوئی۔ ہون کنڈ سے ایک آدمی نمودار ہو گیا مگر پھر دیکھا تو اس کے تیور مردان کارزار کے سے نہ تھے۔ برہمنوں نے اُسے یگیہ منڈپ کے دروازے کی نگہبانی سپرد کی اور پریتھی دوارا نام رکھا۔

دوبارہ ہَوَن کیا تو ہَوَن کرتے وقت ہاتھ کی ہتھیلی سے ایک شخص نمودار ہوا۔ اور چونکہ سنسکرت میں ہتھیلی کو چلّو کہتے تھے اس لئے اس کا نام چلوک رکھا جو سولنگھی کے نام سے مشہور ہوا۔ تیسری دفعہ کے ہون میں جس کا ظہور ہوا اس کو پرمار کا خطاب ملا۔ اس شخص میں آثار دلیری و بہادری نمایاں تھے لہٰذا راکھشوں اور دیتوں کے مقابلے کے لئے گیا۔ گو اس نے داد شجاعت دی مگر کچھ پیش نہ گئی۔ شکست نے قدم اکھاڑ دیئے پلہ راکھشوں کے ہاتھ رہا۔

آخر کار بشِشٹ جی ہون کنڈ پر بیٹھے اور آہوتی دے کر وید منتر پڑھ کر دیوتاؤں کو یاد کیا تو اچانک ایک پیکر عنصری کنڈ سے برآمد ہو گیا۔ ڈیل ڈول درست، چھاتی چوڑا، بال کالے کالے آنکھیں چڑھی ہوئیں۔ ماتھا اونچا۔ چہرہ پر تمتماہٹ، ہتھیار زینت بدن۔ تیروں سے بھرا ہوا ترکش۔ تیر مکنہ ایک ہاتھ میں چترنگ ہتھیار دوسرے ہاتھ میں۔ چترنگ ہتھیار وہ ہتھیار تھا جس کی وجہ سے اس کا نام چوہان رکھ دیا گیا۔

جوں ہی چوہان نے پیرا یہ ہستی پہن کر دیدا دکھایا۔ بشِشٹ جی نے ایشر سے پرارتھنا کی کہ کامنا سپھل مطلب سدھ ہو۔ راکھشس

سنزاکو پہنچیں۔ چوہان کے سر فتحیابی کا سہرا رہے۔

چوہان دیتول۔ راکھششوں کے مقابلے کو روانہ کیا گیا۔ اس کی روانگی پر شکتی دیوی آئی۔ سنگھ (شیر) پر سوار ترسول سے مسلح نمودار ہوئیں اور حصول فتح کے لئے برکت عطا فرمائی۔ اسی طرح دیوی آسا پورنا عرف کالکا جی نے بھی وعدہ فرمایا کہ ہمیشہ تمہاری دعا شرف قبول سے مشرف ہوگی۔ چوہان راکھشسوں کے سر پر پہنچا اور تمام سرکش زمین پر سلا دیئے۔ جو جان لے کر بھاگے۔ ان کا اس وقت پیچھا چھوٹا جب جہنم واصل ہوئے۔ انہوں نے راکھشسوں کا قلع قمع کر دیا۔ برہمن بہت ہی خوش ہوئے۔ خوب بغلیں بجائیں۔ یہی چوہان راکھشسوں کا قاتل اور برہمنوں کی جگ کا محافظ اگنی کل کے خاندان چہارم کا بانی مبانی تھا۔ جس میں ہندوستان کا آخری مہاراجہ پرتھوی راج گزرا ہے۔

چوہان خاندان کے شجرے میں انہل چوہان اول سے لے کر پرتھی راج تک ۳۹ راجوں کے نام درج ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اتنے راجے مہاراجے متمکن سریر خلافت ہوئے یا بیش و کم
مگر عقل سلیم کہتی ہے کہ اس میں اتنے ہی تاجدار نہیں ہوئے بلکہ زیادہ کیونکہ یہ قوم زمانہ بکرماجیت سے صدہا برس پیشتر عالم وجود میں آئی تھی اور دلائل مذکورہ سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ جس تکشک قوم نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ وہی بہ تبدیل مذہب چوہان کہلائی۔

راجہ جے مل چوہان خاندان میں وہ مشہور اور نامی گرامی فرمانروا ہوا ہے۔ جس نے قلعہ اجمیر تعمیر کیا۔ یہ قلعہ چوہان قوم کی شاہی قوت کی ایک بیش بہا یادگار ہے۔ سانبھر نامی مقام جہاں کی نمک کی جھیل بہت

مشہور و معروف ہے۔ آبادی اجمیر سے قبل کی خیال کی جاتی ہے اور سانبھر
وہ مقام ہے جہاں کا نمک ہندوستان میں خاص شہرت رکھتا ہے اور جہاں کے
فرمانرواؤں کا خطاب ہی سانبھری راؤ ہو گیا۔ جب تک رائے پرتھی
راج کا دور دورہ رہا۔ ایسے ایسے نامعلوم کتنے ہی مشہور مقامات پر چوہان
کے قبضۂ قدرت و تصرف میں تھے۔ چوہان خاندان میں ایسے ایسے
عظیم الشان و صاحب مقدرت راجے مہاراجے گزرے ہیں۔ جن کے نام
اور جن کے حالات سے صفحات تاریخ کو زینت ہے۔ مانک راؤ پہلا
شخص تھا۔ جس نے اسلامی تلواروں کا سر نیچا کر کے ان کے دانت کھٹے
کیئے۔ بعدہٗ جس زمانے میں محمود غزنوی ہندوستان پر حملہ آور تھا۔ اس
زمانے میں صرف اجمیر ہی کا چوہان راجہ تھا۔ جس نے محمود غزنوی کو ناکوں
چنے چبائے۔ بس حد ہے کہ حملہ آور محمود قلعہ اجمیر کو تسخیر کرنے کی آرزو میں ہی
اپنا سا منہ لئے دُم دبا کر وہاں سے جھمپٹ ہوا۔ اور سخت ذلت و ندامت
کے ساتھ بھاگ کر سوراشٹر میں جائے امن پا کر دَم لیا۔ مانک راؤ پر
پہلی صدی ہجری کے اختتام پر خلیفہ ولید کے سپہ سالار محمد بن قاسم نے چڑھائی
کی تھی۔ دوسرا حملہ چوتھی صدی کے اخیر ہی ہوا۔ تیسری چڑھائی سبالدیو
کے عہد دولت میں ہوئی۔ جس نے مخالفت مذہبی کی سرکوبی کے لیے
راجپوت قوم کی ایک عظیم طاقت سے اس کا انسداد کیا۔ اور دت پرمار اس
متواتر یورش اسلام کے زمانے میں وہ نامی گرامی شخص ہوا ہے جس نے
راجگان چوہان کی طرف سے خاص طور پر جانبازیاں کی ہیں اس کی وفات
کا زمانہ مستند تحقیقات کی رُو سے ۱۰۹۶ء ثابت ہوا ہے۔ قیاس غالب
ہے کہ وہ محمود کی چوتھی پشت کے بادشاہ مسعود کے زمانے میں راہگرائے

عالم جاودانی ہوا ہوگا۔ چنانچہ اسی زمانے کی ایک فتح کے متعلق دہلی کی قدیم لاٹ میں ایک کتبہ کندہ ہے۔ اس طرح کے حملوں کا وقتاً فوقتاً تانتا لگا رہا اور اس وقت ختم ہوا جب چوہان خاندان کا آخری مہاراجہ پرتھوی راج پنجہ غنیم میں گرفتار ہو کر جاں بحق ہوا۔

چوہان قوم کی ۲۴ شاخیں ہوئیں۔ جن میں سے ہرا ہوتی یعنی خاندان کوٹہ بوندی راجپوتوں کی شاخیں بہت ہی مشہور ہیں۔ انہوں نے اپنی موروثی شجاعت و لیاقت کو بہت ہی عمدگی سے قائم رکھا۔ جس وقت اورنگ زیب اپنے باپ شاہجہان سے باغی ہوا تھا۔ اس وقت ۶ بھائی جان توڑ کر شاہجہان کی طرف سے میدانِ جنگ میں برسرِ مقابلہ ہوئے۔ پانچ تو دادِ شجاعت دے کر وہیں لیٹ رہے۔ چھٹا زخمی ہو کر راہیِ ملکِ بقا ہوا۔

گاگرون اور اگھو گڑھ کے کھیچی، سروہی کے دیوراس، جھلور کے سونگرا، سوبیاہ و سانچور کے چوہان یادو گڑھ کے پوربیہ بڑی ناموری اور بہادری کے ساتھ میدانِ جنگ میں کام آئے ہیں اور اپنے بہادرانہ کارناموں سے چوہان قوم کا نام اچھالا ہے۔ اب بھی اس قوم کے خاندان میں سے ویسے ہی بہادر موجود ہیں۔ جیسے پرتھوی راج کے زمانے میں لڑتے مرتے تھے۔

جس وقت چوہان قوم کی طاقت ٹوٹی اس کے مختلف سرداروں نے بخیال حفاظت امارت و ریاست آبائی مذہب چھوڑ دیا اور وہ قائم میروانی، لووانی کروانی، اور سیلا وانی کے خطاب سے خصوصاً شیخاوائی قوم سے ملے جلے ہوئے ہیں۔ اس طرح کم از کم ۱۲ چھوٹے سرداروں نے ترکِ مذہب کر دیا جو حسبِ ہدایت منوجی راجپوت مذہب کے لئے ایک شاہی حکمتِ عملی ہے منوجی کی ہدایت ہے کہ اپنی زمین کی حفاظت کرنے کے لئے جورو کی مفارقت

کہ جورو سے عزیز جان و مال دُکھ
کی پرواہ کرنا بھی لازم نہیں مطلب یہ ہے
درد کی ساتھی رفیق کی محبت اور اپنی تکلیف و راحت کا خیال نہ کر کے
بھی اہل قلمرو کو اپنی مملوکہ زمین کے دوسرے ہاتھوں میں جانے سے بچانا
چاہیئے۔ اپنی عورت کو کوئی دوسرے کے قبضے میں دیکھنا نہیں چاہتا
کروڑوں، اربوں خون صرف اس معاملے کے لئے ہو چکے ہیں۔ اور باوجود
قانون انگریزی کی ہزارہا جانیں صرف اس معاملے میں نذرِ قضا ہوتی رہیں۔
پس جس عورت کے لئے انسان اپنی اور دوسرے کی جان کی کچھ پرواہ نہیں
کرتا تو یہ گویا غیرت کی انتہائی بات ہے۔ منوجی نے مردوں کے لیے
زمین کو عورت پر ترجیح دے کر ان کے جوش مردمی کو اُبھارا ہے کہ جس
وقت ملک داری کا موقع آجائے تو جورو تک کی محبت چھوڑ کر اپنے مقبوضات
کی حفاظت کرو۔ جو شخص جورو کی محبت میں چمٹا رہ گیا وہ کیا ملک داری
کرے گا۔ مگر یہاں ٹاڈ صاحب نے اس منو کے مقولے کو ناجائز طور پر
استعمال نہیں کیا۔ منوجی نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ اپنی جورو یا اپنا ایمان
دے کر اپنی سلطنت قائم رکھو۔ ہندوستان کے مردوں نے استری دھرم
کی حفاظت کے لیئے لاکھ لاکھ دو دو لاکھ جانیں ایک ایک دن میں قربان
کر دی ہیں۔ ہندوؤں کی پت برتا استریاں جلتے ہوئے الاؤ میں جل جل
مری ہیں۔ دیواروں میں چُنا جانا قبول کیا ہے مگر مذہب اور عصمت پر
داغ نہ آنے دیا۔ دُور کیوں جائیے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں جھانسی کی رانی
بڑے مہینوں تک لڑی۔

پرمتی راج کا بھتیجا ایشر داس پہلا شخص تھا۔ جس نے حکومت
کے لالچ میں اپنا دین دیا۔ یہاں پر یہ معلوم نہیں کہ اس کا زبردستی دین لیا

گیا یا وہ برضا در غبت خود ترک مذہب پر تیار ہو گیا۔ مضمون وسیع ہے لہٰذا عاقلاں را اشارہ کافی است کے قول کو مقراض سخن بنا کر کسی آئندہ موقع پر اس کی دلچسپ تشریح موقوف رکھی جاتی ہے۔

چوہان قوم کی چوبیس شاخیں یہ ہیں

۱ : چوہان	۲ : ہَر	۳ : سونی گرا
۴ : کیچی	۵ : دیورا	۶ : بیبیا
۷ : میجوار	۸ : گرنالال	۹ : بھدوریہ
۱۰ : نربانی	۱۱ : مالانی	۱۲ : پوربیہ
۱۳ : سورہ	۱۴ : مدریچہ	۱۵ : سنکریچہ
۱۶ : مسبوریچہ	۱۷ : پالیچہ	۱۸ : بیسرہ
۱۹ : کچیرہ	۲۰ : روسیہ	۲۱ : چیندر
۲۲ : نکمپ	۲۳ : بہادر	۲۴ : ٹیکٹ

(ص ۲۳۷ تا ۲۴۴)

نسب چوہان پر ایک نظر

عبدالستار اسدی جو چوہانوں کی صدہار کا شاخ کا نساب ہے انہوں نے محمد منیر چوہنیہ صاحب کو کتابچہ قلمی فوٹو سٹیٹ کروا کر دیا ہے - اُس میں صفحہ نمبر ۳۸ پر راجپوت چوہان کا شجرہ اس طرح دیا ہے"
"راجا چوہان بن راجا جاہ بن راجا بچھ بن سور بن راجا پرس رام بن راجا حمند بن راجا مار بچھ بن راجا وہندمار بن راجا رادن بن راہ بن پاسنگ بن تیس بن سمد بن کیلاش بن منذہر بن میسر بن برہاد بن جخنداد بن راجہ غنداد بن راجہ شداد - راجہ شدید بن راجہ عاد بن راجہ ثمود بن عوص بن ارم بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام
ارم کے دو بیٹے تھے - ایک عوص بن ارم کی اولاد سے یہ راجپوت خاندان ہوا - اور حضرت ارفخشد بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام سے ابراہیمی شاخ چلی - جن میں سے نبی مُرسل پیغمبر ہوئے"
اسی کے صفحہ نمبر ۳۹ پر ہے کہ "تاریخ ہند و جغرافیہ سے ثابت ہوا کہ ہندوستان میں ہندی نسل اولاد ہند بن حام بن حضرت نوح علیہ السلام جو نمرود بن کنعان بن ارم بن حام بن حضرت نوح علیہ السلام کے مطیع ہو کر آئی اور ہند میں آباد ہو گئی - جن سے یہ پورے ہندوستان میں ہند بن حام اور اولاد بن حام بن حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد جمعیت اختیار کر گئی - اور ہندی النسل مشہور ہوئی -
اسی طرح قائم خانی چوہان راجپوتوں کا شجرہ کسی تاریخ راجپوت

کے حوالے سے نقل کرتے ہیں - آپ بھی ملاحظہ فرمائیں

"تاریخ راجپوت کے صفحہ نمبر ۳۰ پر تحریر فرماتے ہیں - کہ سب کے سب راجپوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں - مگر تاریخ راجپوت کے مصنف اپنی تاریخ چوہان تراجپوت کے صفحہ نمبر ۱۸ پر شجرہ راجپوت قائم خانی راجپوتوں کا راجہ عاد بن راجہ ثمود بن عوص بن ارم بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام کی نسل ثابت کرتے ہیں - ملاحظہ ہو

نواب قائم خاں بن موٹے رائے بن نتن پال بن راون بن روپ بن پیتی پال بن جیت سی بن گوپال بن ارجو چند بن لال چند بن پرتھوی راج بن ہدمسی بن بجے راج بن کبیو رائے بن حسراج بن راجہ اودے راج بن راجہ بیری بن راجہ جیوہ بن راجہ امرا بن راجہ کہرڈیو بن راجہ وہیند راں بن راجہ کہکلنگ بن بھو پال بن موتی بن راجہ چوہان بن راجہ جاہ بن راجہ بچھ بن راجہ سور بن راجہ پرس رام بن راجہ جمشید بن راجہ مار بچھ بن راجہ وہیند مار بن راون بن راہ بن پاسنگ بن فین بن سمد بن کیلاش بن مندیر بن میسر بن برہاد بن جخراد بن راجہ عناد بن راجہ عاد بن راجہ ثمود بن عوص بن ارم بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام"

(ص ۱۹-۲۰)

اسی اپنی فوٹوسٹیٹ کے صفحہ نمبر ۳ پر اپنی طرف سے شجرہ صد ہار کا چوہانوں کا شجرہ درج کرتے ہوئے

"راجہ چوہان، راجہ تور اور راجہ پوار اور اُن کی ایک بہن تنگ تیسر بن سری کھنڈ بن شہنشاہ ہرمز بن شہنشاہ نوشیروانؓ

اسی طرح ایک شجرہ جو گلشن چوٹیہ کے صفحہ نمبر ۲۲۲ تا ۲۲۴ پر شائع کیا گیا تھا اور وہ بھی جناب محمد منیر چوٹیہ صاحب کو ایک اُن کے انساب نے لکھوایا تھا - وہ بھی نوشیرواں تک ملتا ہے لیکن اُس میں چوہان سے آگے نوشیرواں تک اسی طرح پشتیں درج ہیں -

" چوہان بن پرتھی راج بن سری کھنڈر بن قباد بن نوشیرواں"

کتاب کی اشاعت کے بعد چوٹیہ صاحب نے خود ہی اس شجرے کو غلط پایا - اب عبدالستار اسدی صاحب کی تحریر آپ پڑھ چکے ہیں اِن سے کیا نتیجہ اخذ کیا جائے - جبکہ برصغیر پاک و ہند میں اگنی کل راجپوتوں کے متعلق برہمنوں کا کوہ آبو والا واقعہ بڑا مشہور ہے جیسے راجہ محمد انور خان جنجوعہ کی کتاب تاریخ راجپوت سے نقل کرتا ہوں -

" روایات قدیمہ اور ہندو دھرم کی قدیم کتابیں اس مسئلہ کی قائل ہیں کہ جب راکششوں اور ڈاکوؤں سے تنگ آ کر برہمن عبادت کرنے سے بیزار ہو گئے تو انہوں نے سابقہ راجپوتوں کی نگرانی سے دستبرداری شروع کی اور ایک بددعا کے لئے ایسا قدم اٹھایا جس کے سوا اُن کا رعب و دبدبہ جو کہ ان کا ہندو دھرم پر چھایا ہوا تھا - قائم نہ رہ سکتا تھا - انہوں نے تمام ہند میں یہ ڈھنڈورا پٹوایا کہ ہم ایک آگ کا ایسا جلاؤ کرنے کے لئے تیار ہیں جس جلاؤ کے دیوتا ایسے مردِ آہن ہوں گے جو راکششوں کے لئے موجب بربادی ثابت ہوں گے اس کے بعد برہمنوں کی حکومت ہو گی - جس کے سردار وہی مردِ آہن ہوں گے - ہندوستان کے کونے کونے میں یہ آواز پہنچ گئی اور ایک جنگل میں اس تقریب کا افتتاح کیا گیا راکشش اور لٹیرے اس آگ کے جلاؤ کے انتظار میں تھے - آگ کے

اس عظیم الاؤ کے لئے ایک کثیر تعداد لکڑیوں کو اکٹھا کیا گیا تھا۔ برہمنوں نے یہ چال چلی کہ تین مرد مختلف اقوام راجپوت سے چن کر اس آگ کے پیچھے چھپا دیئے گئے تھے جو کہ دیکھنے والوں کے لئے یہ حقیقت ہو جاتی تھی کہ یہ لوگ واقعی سچ مچ آگ سے باہر آئے ہیں اور آگ کی مخلوقات ہیں جو کہ ان برہمنوں کی دعا کے نتیجہ میں آگ جل اٹھی اور اس کی روشنی دور دراز میدانوں تک پھیل گئی۔ برہمن اپنی دعا میں مشغول رہے۔ اتنے میں ایک ہولناک آواز پیدا ہوئی اور نعرے لگاتا ہوا دستہ شمشیر پہ ہاتھ رکھے ہوئے ایک ہیبت ناک انسان نمودار ہوا۔ اس نے نکلتے ہی ایک غوغا و شور مچایا اور اپنے رعب و دبدبے سے منتظر مخلوقات کو ڈرانا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ میں راکششوں سے نبرد آزما ہوں گا۔ میرے سامنے کسی جگہ بھی آپ لٹیرے نہ پائیں گے اس کا رعب و جلال واقعی مردانہ تھا مگر راکشش اس کے جلال سے مرعوب نہیں ہوئے۔ اس نے راکششوں کی صفوں کا مقابلہ کیا مگر ایک بھی چال کارگر نہ ہو سکی۔ اس کے بعد برہمن پرستار دعائیں کرتے رہے اور تھوڑے وقفہ کے بعد ایک نوجوان دوسرا نمودار ہوا۔ اس کا رعب و جلال پہلے سے برتر تھا اور اپنے کمالات کو دکھاتا ہوا شمشیر و گرز کو ہوا میں لہراتا ہوا آگے بڑھا۔ مگر اس کی بھی کوئی چال راکششوں کو مرعوب نہ کر سکی اور برہمن بڑے نادم ہوئے اور آگ کے الاؤ کو اور تیز کر دیا ان کی تیسری دعا پر تیسرا نوجوان ظاہر ہوا۔ جس کے کمالات سے برہمنوں کی امیدوں کے چراغ جل اٹھے۔

اس ہیبت ناک اور جوشیلے جوان نے ایک انوکھی چال چلی۔ جس کے مظاہرہ سے راکشش اور لٹیرے میدان کو چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن بہت

جلد راکششوں نے اپنے قدم جمائے اور فوراً ہی جلاؤ کے ایک طرف سے برہمنوں پر تیروں کے وار شروع کر دیئے۔ اسی اثنا میں چوتھا نوجوان ایک تیزی کے ساتھ آگے بڑھا۔ جس نے راکششوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے میدان لٹیروں سے خالی ہو گیا۔ اس کے بعد برہمنوں کی تحسین کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور راکش اپنے مکروہانہ چالوں سے باز آنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ چوتھا نوجوان چوہان تھا۔ جو کہ روایات سابقہ کے مطابق چاروں کی آن و غیرت و ناموس و عزت کا ضامن ہو کر آیا تھا۔ یہ کوئی آگ کی مخلوق نہ تھی جو کہ آگ سے پیدا ہوئی ہو۔ بلکہ اس وقت کے راجپوتوں کی ہی اولاد تھی جو کہ برہمنوں کی مشکل حل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ ان اسباب کی بنا پر برہمنوں نے ان چاروں راجپوتوں کا نام اگنی کل راجپوت رکھا۔

اسلام بلکہ دیگر مذاہب بھی اس مسئلہ کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ انسان کی اصل خاکی ہے جو کہ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور جنات آگ کی مخلوق ہیں۔ اور فرشتے نورانی کہلائے۔ یہ ڈھونگ صرف برہمنوں نے راکششوں سے نجات پانے کے لئے رچایا گیا تھا۔ ورنہ آگ اور خاک میں کافی فرق ہے۔ آگ انسان کے لئے موجب بھسم ہے اور جنات پر اس کا اثر نہیں۔ آگ سے نسبت عقل تسلیم نہیں کرتی اور نہ ہی ہم اسے مذہبی رُو سے تسلیم کریں گے۔

یہ چاروں راجپوت جنہوں نے برہمنوں کو راکششوں سے نجات دلائی تھی۔ ان ناموں سے مشہور ہوئے۔ سلنگی، پرمار، پنوار اور چوہان ہیں۔ جن کو لوگوں نے برہمنوں کا نجات دہندہ قرار دیا اور ان چاروں راجپوتوں

گو اگنی کل کا خطاب دیا۔ ورنہ یہ چاروں دوسرے راجپوتوں (قبائل) سے علیحدہ نہیں ہیں۔ بلکہ سورج بنسی اور چندر بنسی راجپوتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہاں آپ نے اگنی کل راجپوتوں کے متعلق پڑھ لیا۔ کہ یہ ڈھونگ کیسے رچایا گیا۔ اسی طرح اسی کتاب کے کسی دوسرے مقام پر کرنل ٹاڈ نے جو کچھ جٹ بلوچوں کے متعلق لکھا ہے۔ آپ پڑھیں گے۔ لیکن یہاں نسب ناموں پر تبصرہ کرنے سے پہلے آپ کو راکشش کی وضاحت یقیناً مطلوب ہوگی۔ تو آیئے دیکھتے ہیں کہ اردو انسائیکلو پیڈیا میں راکشش یا راکھشس کے متعلق کیا تحریر کیا گیا ہے۔ صفحہ نمبر "۵۱" پہ ہے کہ

"راکھشس" (RAKSHASAS) لغوی معنی بری ذات

جب برصغیر پاک و ہند میں آریاؤں کا نفوذ ہوا تو انہوں نے یہ نام یہاں کے قدیم باشندوں دراوڑ اور ان کی مخلوط نسل کے لوگوں کو دیا۔ ہندی دیو مالا میں راکھشش نیم دیوتائی قوت کے مالک ہیں۔ دیوتا فیاضی، بخشش، رحمدلی، سچائی کی صفات رکھتے اور بدی کی بیخ کنی کرتے ہیں۔ اس کے برعکس راکھشش محض شر کا مظاہرہ کرتے اور دیوتاؤں کے کام میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ نیز انسانوں کے دشمن ہیں اور انہیں بدی کی راہ پہ لگاتے ہیں"۔

اب ہم عبدالستار اسدی صاحب کے نسب ناموں پہ غور کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے جٹ بلوچوں کے شجرہ میں راجہ عاد کا ذکر بھی کیا ہے۔ کیا یہ وہی نام تو نہیں جن کو عاد اور ثمود کی قومیں کہا جاتا ہے۔ اب اردو انسائیکلو پیڈیا کے صفحہ نمبر ۷۴۴ پر عاد کے عنوان کے تحت یوں تحریر کیا گیا ہے

"قوم ہود علیہ السلام۔ عرب کے قدیم قبائل نیز سامی اقوام کے اقتدار افراد کا نام عرب کے قدیم باشندے عرب سے نکل کر شام، مصر اور بابل کی طرف بڑھے

اور وہاں طاقت ور حکومتوں کی بنیاد ڈالی - قرآن پاک میں ان کو عادِ اولیٰ کے نام سے یاد کیا گیا ہے - گویا عرب کی قدیم قوم سام اور عاد اولیٰ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں - عاد کا زمانہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح مانا جاتا ہے۔ ان کا مرکز "حضرموت" کا علاقہ تھا - یہ لوگ مذہبًا بُت پرست تھے اللہ تعالے نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت ہُود علیہ السلام کو مبعوث کیا مگر انہوں نے خدا کے پیغمبر کو جھٹلایا اور ہدایت قبول کرنے سے انکار کر دیا - جس پر ایک ہفتے تک تیز اور تُند ہوا کے طوفان اُٹھے اور عاد اور ان کی آبادیاں تہ و بالا ہو کر رہ گئیں۔

وہ لوگ جو ہود علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے - عادِ ثانیہ کہلائے اور پھر ان میں سے ہی قوم ثمود ہوئی - جن کی اصلاح کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا - قوم ثمود میں سے جن لوگوں نے سرکشی کی اُن پر بھی عذاب نازل ہوا - حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی درمیانی مدت تقریباً سو سال ہے - صالح علیہ السلام کے متعلق اردو انسائیکلو پیڈیا کے صفحہ نمبر ۶۵۵ پر ہے کہ

" قوم عاد کی بربادی کے بعد قوم ثمود کو ترقی ہوئی - یہ عرب کے شمال میں الحجر کی پہاڑیوں میں آباد ہوئے جو شام اور حجاز (حجاز) کے درمیان واقع ہیں - ان کی راہنمائی کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو جو انہیں میں سے تھے - مبعوث کیا گیا - لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی - قیامت کا مذاق اُڑایا - اور معجزے کے طلب گار ہوئے آپ کی دعا سے خدا تعالیٰ نے پہاڑوں سے ایک اُونٹنی پیدا کی اور قوم کو بتایا کہ اگر اس کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا گیا تو عذاب نازل ہوگا - مگر وہ کب ماننے والے تھے - سازش کر

کے اُونٹنی کی کُونچیں کاٹ دیں اور حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ دیکھیں اب کیا عذاب آتا ہے۔ چنانچہ تین دن کے بعد ایک آتش فشاں مادہ پھوٹ نکلا اور وہ سب لوگ لاوے کے نیچے دب کر تباہ و برباد ہو گئے یہ لوگ پہاڑوں کو کھود کر اس میں نہایت وسیع اور خوب صورت مکانات تعمیر کرتے تھے جن کے کھنڈر حجر کے مغرب میں پائے جاتے ہیں صرف حضرت صالح علیہ السلام اور وہ چند لوگ جو ان پر ایمان لے آئے تھے بچ رہے باقی تمام قوم تباہ ہو گئی۔

اب یہاں تحقیق نگاہوں سے غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگنی کل والی روایت کہیں آتش فشاں مادہ کے پھوٹ نکلنے والی تو نہیں ہے۔ اس عذاب والی روایت کو برہمنوں نے اس طرح گھڑ لیا ہو یا روایات صدیوں سے سینہ بسینہ چلتی ہوئی تبدیل ہو گئی ہوں۔ جیسا کہ راکھشوں کو بدعقیدہ بتایا گیا ہے۔ اسی طرح یہ عذاب بھی ان لوگوں پر ہی آیا تھا۔ جنہوں نے صالح علیہ السلام کا حکم نہیں مانا تھا۔ اور کوہ آبو والی روایت میں آگ کے پیچھے پہاڑوں سے آدمی نکلتے ہوئے دکھائی دیئے گئے ہیں تو یہ ثمود قوم بھی پہاڑوں کو کھود کر مکان بنا کر رہتی تھی۔ چنانچہ جب لاوا نکلا ہو گا تو وہ لوگ بھی اپنے بنائے ہوئے گھروں سے باہر نکلے ہوں گے۔ گمراہ لوگ عذاب الٰہی کی وجہ سے مارے گئے ہوں گے اور باقی جو اہل ایمان ہوں گے وہ بچ گئے ہوں گے۔ لیکن یہی روایت چلتی چلتی کوہ آبو والی روایت کا رنگ اختیار کر گئی۔

یہاں ہندوستان میں سب لوگ ایک ہی نسل کے نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں حام بن نوح علیہ السلام کی نسل بھی ہے۔ سام بن نوح علیہ السلام کی نسل بھی۔ غرضیکہ ہندوستان کا خطہ کثیر القومی نسلوں کا خطہ ہے۔ یہاں کے مؤرخین نے ہر

راجپوت کو آریہ بنا ڈالا۔ جس نے حکومت کی اُس کی اولاد راجپوت بن گئی۔ راجپوت کسی ایک نسل کا نام نہیں۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ یہ ایک صفاتی نام ہے۔ جو اُن کو اُن کی بہادری اور دلیری کی بنا پر مل گیا۔ ورنہ سب انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

کنور نصیب احمد خاں لکھتے ہیں۔ کہ "راجپوت کون تھے اور کہاں سے آئے تھے؟ اس کا جواب ہندو مذہب کی کتابوں، وید، اپنشد، پوران سمرتی اور غیر ملکی سیاحوں کے سفرناموں یا یونانی اور مسلمان مؤرخین کی کتابوں سے ملتا ہے۔ کیونکہ ہندیوں کو تاریخ نویسی کا کوئی شوق نہیں تھا اور نہ کا غذ تھا۔ اور صرف تاریخ ہند ہی کا نہیں سوائے تاریخ اسلام کے تقریباً تمام ممالک کی تاریخ کا یہی حال ہے"۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

چوہان راجپوتوں کے پرگنے وقلعے بحوالہ آئین اکبری

نمبر شمار	نام پرگنہ وقلعہ	سوار	پیادے
۱	انبوہہ، قلعہ پختہ پچھم راٹھ	۲۰	۵۰۰
۲	دریاآباد قلعہ پختہ	۵۰	۱۰۰۰
۳	بجلور	۳۰	۱۰۰۰
۴	بھلوتر	۲۰	۲۰۰۰
۵	سندیلہ قلعہ بھی ہے	۱۰۰	۵۰۰۰
۶	بجواڑہ	۱۵۰۰	۵۰۰۰
۷	بجوار دریا جون کے کنارے قلعہ	۲۰۰	۷۰۰
۸	رویری قلعہ بھی ہے	۲۰۰	۴۰۰۰
۹	سیونگر سیونگری	۷۰	۵۰۰
۱۰	بندادر	۱۵۰	۸۰۰
۱۱	بنکانت قلعہ بھی ہے	۱۵۰	۸۰۰
۱۲	شاہ پور	۳۰۰۵	۳۰۰۰
۱۳	پیرگاؤں قلعہ بھی ہے اس کے قریب پانی کا حوض ہے	۱۰۰۰	۱۰۰۰۰
۱۴	پیپلی	۱۰۰	۳۰۰۰
۱۵	مانڈا	۱۰	۳۰۰۰
۱۶	پچبرالہ	۲۰	۵۰۰۰
۱۷	سکیت	۱۰۰	۳۰۰۰

۱۸	سکراو	۱۰	۵۰۰
۱۹	سنہار	۳۰	۷۰۰
۲۰	سیوترکہ	۳۰۰	۴۰۰
۲۱	سرار	۱۰	۳۰۰
۲۲	قنوج حویلی قلعہ بھی ہے	۲۰۰	۱۰۰۰
۲۳	کشپیل	۱۰۰	۳۰۰
۲۴	بلبلام	۵۰	۱۰۰
۲۵	پنہل قلعہ بھی ہے	۱۰۰	۷۰۰
۲۶	چیندرس	۱۰۰	۲۰۰۰
۲۷	کول قلعہ بھی ہے	۷۰	۳۰۰
۲۸	مارہرہ	۵۰	۷۰
۲۹	ملک پور	۵۰	۷۰
۳۰	حاجی پور سنگین قلعہ ہے	۵۰۰	۱۰۰۰
۳۱	سکھن	۱۰۰	۷۰۰

قائم خانی چوہان

فتح پور جھنجھنوں	۵۰۰	۲۰۰۰
کاسلی		
نکائلہ		
کوجوڑہ		
کولہوہ		
کمہاری		

کیبرن		
لادول		
میبرٹ سنگین قلعہ ہے		
مستوبیہ		
نولکھا		
ناگور با حویلی پختہ اینٹ کا قلعہ		
جھوجیون سنگی قلعہ	۲۰۰	۳۰۰۰
لاپوتی	۱۰۰	۵۰۰۰
بھاجون ودیو ہری	۳۰	۹۰۰
آگرہ	۱۰۰	۱۰۰۰۰
سانگ پور اینٹ کا قلعہ	۱۲۰	۳۰۰۰
سندرسی	۱۰۵	۲۰۰۰
شجاع پور	۵۰	۳۰۰۰
نوکام	۲۰۰	۱۵۰۰
برنمادہ	۳۰	۱۰۰
ارہرہامنئر	۱۰۰	۲۰۰
محمود آباد اس میں ہندوؤں کا معبد ہے	۱۰۰	۲۰۰
منگرتیج قلعہ ہے	۱۰	۴۰
احاتوں	۵۰۰	۳۰۰۰
کاپرا	۵۰	۴۰۰
شاہ آباد	۲۰۰	۷۰۰

مصطفےٰ آباد	۲۰۰	۵۰۰
سیلور	۴۰	۷۰۰
کاہلو	۵۰	۱۰۰۰۰

چوہان بلحاظ اعداد و شمار

نمبر شمار	نام ضلع / ریاست	تعداد
۱	دہلی	۲۵۷
۲	گوڑگاؤں	۱٫۵۸۰
۳	کرنال	۴۳۵
۴	حصار	۶۷۷
۵	روہتک	۱۲۱
۶	سرسہ	۲۴۱
۷	انبالہ	—
۸	لدھیانہ	۲۷۵
۹	جالندھر	۶۱۶
۱۰	گورداسپور	۲۸۹
۱۱	سیالکوٹ	۱٫۶۳۴
۱۲	راولپنڈی	۱٫۰۳۷
	ریاست پٹیالہ	۲٫۹۰۲
	ریاست جنڈ	۵۸

ریاست بہاولپور ۲

پہاڑی ریاستیں ۴۴

نوٹ: بکل برطانوی علاقوں میں ۲۷،۱۰۰

نیٹو ریاستیں ۲،۵۵۰ اور صوبوں میں ۲۰۶۵۸ چوہان تھے۔

(صفحہ نمبر ۱۲۹)

اس طرح صفحہ نمبر ۱۳۸ پر ہے کہ برطانوی علاقہ میں ۲۷،۱۰۹ چوہانوں نے جٹ اور ۱۴۵،۱۹۵ چوہانوں نے راجپوت بلکہ نیٹو ریاستوں میں ۸،۵۵۰ نے جٹ اور ۱۶۸۸۱ نے راجپوت تحریر کروایا۔

اسی طرح کھچی کے متعلق تحریر ہے کہ برطانوی علاقہ میں ۳،۳۳۷ نے جٹ اور ۱۲۷۲۴ نے راجپوت جبکہ نیٹو ریاستوں میں ۴،۲۵۴ نے جٹ اور ۶۰۸ نے راجپوت کی حیثیت سے اندراج کروایا۔ اسی طرح موہل خاندان نے برطانوی علاقہ میں ۶،۵۹۸ نے جٹ اور ۱۱۴ نے راجپوت جبکہ ریاستوں میں ۱۰،۳۲۰ نے جٹ اور ۷۲۱ نے راجپوت تحریر کروایا۔ گوندلوں نے برطانوی علاقہ میں ۴،۲۷۶ نے جٹ اور ۴۳،۲۲۰ نے راجپوت جبکہ ریاستوں میں ۸۹۵ نے جٹ اور دس نے راجپوت تحریر کروایا۔

معروف راجگان چوہان

نمبر شمار	نام راجہ	مدت حکمرانی	سن تاریخ
۱	راجہ جگدیو	۱۰ سال	
۲	ہردیو	۱۰ سال	
۳	سری دیو	۱۵ سال	
۴	بھل دیو	۱۰ سال	
۵	مکرت دیو	۱۰ سال	
۶	بیلدیو	۶ سال	
۷	کھرپال	۲۰ سال	
۸	جاپیر	۴ سال	
۹	راجہ جگ ناتھ	۱۰ سال	
۱۰	باسدیو	۱۲ سال	
۱۱	دھرم دیو	۱۴ سال	
۱۲	تانگ دیو	۱۰ سال	
۱۳	سالدیو	۹ سال	
۱۴	بھیر گنگھو	۵ سال	
۱۵	بھیر میر	۷ سال	
۱۶	راجہ چندن	۱۰ سال	سنہ ۹۱۵ء
۱۷	راجہ انیل	۳۰ سال	۱۰۳۲ء تا ۱۰۶۲ء
۱۸	راجہ سہنا	۴۰ سال	۱۰۶۲ء تا ۱۱۰۲ء

۱۹	راجہ سومشیر	۴۰ سال	سنہ ۱۱۰۲ء سے سنہ ۱۱۴۲ء
۲۰	راجہ پرتھی راج	۴۹ سال	۱۱۴۳ء سے ۱۱۹۲ء
۲۱	راجہ واگرا برادر		
۲۲	راجہ سومیترا		
۲۳	راجہ جے مل		
۲۴	راجہ مانک رائے		بہ عہد محمد بن قاسم
۲۵	راجہ مانک		سنہ ۱۵۲۸ء میں رانا سانگا کے ساتھ معرکہ کنواہیہ میں بابر کے خلاف آیا
۲۶	راجہ پدم راج پسر پرتھی راج		سنہ ۱۱۹۳ء سے سنہ ۱۲۳۰ء
۲۷	راجہ رائے پال	۴۰ سال	سنہ ۱۲۳۰ء سے سنہ ۱۲۷۰ء
۲۸	رائے ھقن پال	۳۰ سال	سنہ ۱۲۷۰ء سے سنہ ۱۳۰۱ء
۲۹	راجہ موئے رائے	۲۰ سال	سنہ ۱۳۰۱ء سے سنہ ۱۳۲۱ء
۳۰	راجہ جے سنگھ		کافی مدت حکمرانی کی۔ سنہ ۱۳۶۵ء میں مسلمان ہوا۔

پرتھوی راج اور سلطان شہاب الدین غوری

جب غزنی کی حکومت پر غزنوی خاندان کا سورج غروب ہوا تو اس وقت غزنی پر معزالدین محمد بن سام المعروف شہاب الدین غوری یہاں کا مستقل تھا۔ جب اُس نے غزنی کی حکومت پر اپنے قدم مضبوط کر لئے تو اُس نے غزنوی سلطنت کا خود کو وارث سمجھنا شروع کر دیا۔ اُس کی خواہش تھی کہ جو علاقہ غزنی حکومت کے ماتحت تھا۔ وہ اِس کے کنٹرول میں ہونا چاہیئے مزید برآں ملتان اور پنجاب پر بھی جو حکمران تھے۔ اُن کی طرف سے بھی وہ خود خطرہ محسوس کرتا تھا۔ شہاب الدین غوری کے ہندوستان پر حملوں کے وقت ہندوستان کی صورت حال بقول عبدالرحمن صاحب شوق

"ان دنوں ہندوستان بھر میں دہلی، قنوج اور اجمیر سب سے بڑی ریاستیں تھیں۔ لیکن دہلی کے راجہ کو چونکہ قنوج اور اجمیر کے والیان ریاست پر بزرگانہ فوقیت حاصل تھی یعنی والئی قنوج جے چند اور اجمیر کا راجہ پرتھوی راج (رائے پتھورا) دونوں دہلی کے راجے کے نواسے تھے۔ اس لئے بخیال ادب و لحاظ یہ دونوں سلطنتیں بھی دہلی کے ماتحت تھیں۔ اس لحاظ سے دراصل ایک دہلی ہی کی سلطنت ایسی تھی جو ہندو راج کا مرکز کہلائی جا سکتی تھی۔ لیکن جب دہلی کے راجہ نے آخری عمر میں اپنے نواسے پرتھوی راج کو اپنا ولی عہد اور متبنٰی بنایا تو اس وقت سلطنت دہلی اور اجمیر تو ایک ہوگئی تھیں لیکن جے چند والئی قنوج کے دل میں پرتھوی راج کی قدر و منزلت ہونے کی کاوش اور دہلی کی حکومت ملنے کا حسد پیدا ہوگیا تھا۔"

یہاں پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ دہلی پر طُور راجپوت قنوج پر راٹھور راجپوت اور اجمیر پر چوہان راجپوت حکمران تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ قنوج کے راجہ جے چند نے پرتھوی راج سے دشمنی کی بنا پر محمد غوری کو دہلی کی راجدھانی پر حملے کی دعوت دی تھی۔ چونکہ پرتھوی راج والیٔ قنوج جے چند کی لڑکی کو بھگا کر لے گیا تھا۔ محمد غوری نے سنہ ۱۱۹۰ء میں سرہند پر چڑھائی کر دی۔ جب پرتھوی راج کو غوری کے حملے کی اطلاع ہوئی تو اُس نے بھی تیاریاں شروع کر دیں۔ اُس نے دو لاکھ سوار اور تین سو جنگی ہاتھی تیار کیے۔ جبکہ غوری کے پاس صرف چودہ ہزار سپاہی تھے۔ تھانیسر سے چودہ میل کے فاصلے پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ جس میں غوری کو شکست ہوئی تاریخ میں یہ لڑائی " ترائن کی پہلی لڑائی " کے نام سے معروف ہے۔ بعض ترائن کو تراوڑی لکھتے ہیں۔

ایک شاعر نے اسے یوں منظوم کیا ہے

سلطان محمد غوری نے پنجاب کو جب قبضے میں کیا
لاہور، بھٹنڈہ، جالندھر، ملتان لیا سرہند لیا

ایک صوبے دار مقرر کر کے واپس جانا چاہتا تھا
غزنی کی طرف مع فوجوں کے رجعت فرمانا چاہتا تھا

سرہند کی جانب سے اتنے میں آ پہنچا اک ہرکارا
آتے ہی اس نے عرض یہ کی اے شاہنشاہ سردارا

آتا ہے چڑھا لشکر کو لیے ہندو راجہ چوہانوں کا
یہ فوج اگر غزنی کو گئی تو ہے اندیشہ جانوں کا

وہ ایک بہادر راجہ ہے اور پرتھی راج ہے نام اس کا
اور سارے راجوں سے بڑھ کر اس ہند میں آج ہے نام اس کا
سلطان محمد غوری نے ہرکارے کی جب بات سُنی
فرمان دیا سرداروں کو تیار کرالی فوج اپنی
اب اس اسلامی لشکر نے یلغار کی دہلی کی جانب
دہلی سے بڑھا آتا تھا چلا اب پرتھی راج اسی جانب
میدان میں آ کے ترائن کے ان فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی
سلطان محمد غوری نے اس فوج پہ ایک نظر ڈالی
تھا مور و ملخ سے بھی بڑھ کر تعداد میں ہندوؤں کا لشکر
جب سمت کو آنکھیں اُٹھتی تھیں بس آتا تھا لشکر ہی نظر
جب صبح نے مشرق سے جھانکا اور شب کا اندھیرا دُور ہوا
ہر قطرہ جب پُر نور ہوا اور ذرہ ذرہ طُور ہوا
تب اُٹھ کر کیل اور کانٹے سے فوجوں کے سپاہی لیس ہوئے
سر اپنے ہتھیلی پر رکھے اور میدان میں لڑنے کو چلے
پڑھ کر سلطان نمازِ سحر جب خیمے سے نکلا باہر
ہتھیار سجائے صفیں باندھے تیار تھا پہلے سے لشکر
سلطان نے بھی ہتھیار سجے گھوڑے پر چڑھا آگے آیا
تکبیر کے نعرے گونج اُٹھے سائے میں علَم کے آ ٹھہرا
اُس جانب پرتھی راج اُٹھا اک ہاتھی پر چڑھ کر نکلا
تھے اس کے جلو میں سب راجے وہ فوج آب بڑھ کر نکلا
نرسنگھے کا اب شور ہوا اور چوب پڑی نقارے پر
گھنگھور گھٹاؤں کی صورت لڑنے کو بڑھے دونوں لشکر

ہاتھی سے اُتر کر پرتھی راج اب آگے بڑھا اک گھوڑے پر
بھائی کو بٹھایا ہاتھی پر اور لڑنے لگا خود بڑھ چڑھ کر

پہلے تو دونوں جانب سے تیروں کی بارش ہونے لگی
اور اس میداں کی خشک زمیں رنگ خوں سے پانی ہونے لگی

تیروں کی لڑائی ختم ہوئی کام آن پڑا تلواروں پر
سب نیزے بھالے تانے ہوئے گرتے تھے سوار سواروں پر

سلطان کی فوج بہت کم تھی اور ہندو فوج زیادہ تھی
پرتھی راج کے جھنڈے تلے کٹ مرنے پر آمادہ تھی

افغان سپہ اس موقع پر تلوار کی آنچ کو سہہ نہ سکی
تعداد سے ڈر کر بھاگ اُٹھی میدان میں قائم رہ نہ سکی

سلطان محمد غوری نے یہ حال جو دیکھا، گھبرایا
نامردوں پر غیرت آئی آنکھوں میں خون اُتر آیا

جو خادم باقی رہتے تھے اب ان کو سمیٹا للکارا
بجلی کی طرح گھوڑے کو بڑھا کر ہندو فوج پر آن چڑھا

حملہ جو کیا اس شدت سے کائی کی طرح ہندو سرکے
اک ہاتھی پر کھانڈے راؤ تھا بیچ میں اپنے لشکر کے

سلطان نے کھانڈے راؤ کو اب آگے بڑھ کر للکارا
گھوڑے کو اپنے کر کے الف اس زور سے اِک نیزہ مارا

دو دانت تڑاق سے ٹوٹ گئے اب حلق میں کھانڈے راؤ کے
سلطان کو آ کر گھیر لیا ہر سمت سے ہندو لشکر نے

بازو پہ ایسا تیر لگا سلطان کو کاری زخم آیا
نزدیک تھا گھوڑے سے گرتا اور فوجوں میں روندا جاتا

اک خادم پاس ہی لڑتا تھا اُس نے یہ حال جوں ہی دیکھا
سلطان کے پیچھے گھوڑے پر بجلی کی طرح وہ آ بیٹھا
اور ایڑ لگائی گھوڑے کو میدان سے اس کو لے بھاگا
یعنی پُر جوش سمندر کے طوفان سے اس کو لے بھاگا
یہ لوگ ہزیمت خوردہ تھے لاہور میں آ کر جمع ہوئے
سلطان کے سامنے بھاگے ہوئے اب سارے افسر جمع ہوئے
سلطان نے پہلے تو آ کر پنجاب کا بندوبست کیا
پھر سب کو اپنے ساتھ لیا اور چپکے سے غزنی کو چلا
غزنی میں پہنچ کر سرداروں کو بھاگنے کی دی خوب سزا
نُہتوں کو گھوڑے لگوائے دربار سے بھی موقوف کیا
اور منہ پہ توبڑے چڑھوائے ہر طرح سے اُن کو خوار کیا
جو لوگ بہت ہی خائن تھے اُن سب کو سپردِ دار کیا

بعد ازاں شہاب الدین غوری اپنی شکست کا پرتھوی راج سے بدلہ لینے کے لئے تیاریاں کرنے لگا - اس نے ایک سال کے عرصہ میں کم وبیش ایک لاکھ بیس ہزار جوانوں کا لشکر تیار کیا اور ۱۱۹۲ء میں غزنی سے روانہ ہوا - پرتھوی راج کو بھی اس کی خبر ہو گئی - اس نے مذہب کے نام پر تمام ہندو راجوں سے مدد طلب کی - کم وبیش ڈیڑھ سو راجپوت شہزادے اپنی فوجوں کے ہمراہ اُس کی مدد کو آئے - لیکن قنوج کا راجہ الگ تھلگ رہا اس جنگ میں پرتھوی راج کی فوج کی مجموعی تعداد تین لاکھ سوار تین ہزار جنگی ہاتھی اور بہت بڑی تعداد میں سپاہی تھے - ترائن کے مقام پر ہی دوبارہ جنگ ہوئی - محمد غوری نے اپنی فوج کے چار حصے کیے اور حملہ شروع کر دیا - سارا

دن گھمسان کی جنگ رہی۔ سلطان کی فوج چاروں طرف سے حملہ کرتی رہی راجپوت فوج نے ان حملوں کی تاب نہ لا سکی اور شکست کھا گئی۔

تاریخ فرشتہ کے الفاظ میں" راجپوتوں کے اس حیرت ناک اجتماع کی حالت ایک بلند و بالا عمارت کی مانند تھی کہ ایک بار اس کی بنیادیں ہل گئیں تو تو وہ زمین پر آ رہی اور کھنڈرات میں بدل گئی"۔

بقول عبدالرحمٰن شوق" اگرچہ پرتھوی راج نے بہت کچھ بہادری دکھائی لیکن بہادران اسلام کی شمشیر خارشگاف کے آگے، اُس کی ساری بہادری دھری کی دھری رہ گئی۔ جب بڑے بڑے ہندو سورما خاک و خون میں تڑپتے نظر آئے تو پرتھی راج کی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ یہ حالت دیکھ کر پرتھی راج بھاگا تو ساتھ ہی فوج نے بھی پیٹھ دکھائی شہاب الدین اسی کامرانی کے بعد قطب الدین ایبک کو اپنے مفتوحہ علاقے کا نائب بنا کر خود غزنی چلا گیا"۔

تاریخ سلاطین دہلی کے مطابق" پرتھوی راج کی وفات کے بارے میں کئی روایتیں مشہور ہیں۔ منہاج سراج کی رائے میں پرتھوی راج پکڑا گیا اور فی النار ہو گیا۔ حسن نظامی کے خیال میں پرتھوی راج کو اجمیر لے گئے، جہاں بغاوت کے جرم میں اُسے موت کی سزا دی گئی۔

چند بردے کا کہنا یہ ہے کہ پرتھوی راج کو غزنی لے جایا گیا۔ اور وہاں محمد غوری کے قتل کے جرم میں اُسے قتل کر دیا گیا۔ اجمیر لے جانے والی روایت درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہیں سے ایسے سکے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن پر پرتھوی راج کا نشان" ہمیرا" مضروب ہے"۔

جمیل احمد رانا نے اپنے ایک مضمون بعنوان" ذکر خاندان چوہان"

میں پرتھوی راج کی موت کے متعلق لکھا ہے کہ

ہم قارئین کو تاریخ کا دوسرا رُخ دکھانے کے لئے عبارت نقل کرتے ہیں۔ مؤرخوں نے پرتھی راج اور شہاب الدین کے انجام کو مختلف طرح بیان کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ پرتھی راج میدان جنگ میں ہی گرفتار ہو کر مارا گیا۔ اور شہاب الدین ہندوستان سے واپس جاتا ہوا گکھڑوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ مگر درست یہ ہے کہ شہاب الدین غزنی میں پرتھی راج کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور پرتھی راج بھی وہیں مارا گیا۔ اس کی تصدیق "گلدستہ قنوج" اور "تاریخ ابوالفضل" سے ہوتی ہے۔

چند شاعر (مصنف پرتھی راج راسا) جو پرتھی راج کا خاص مصاحب تھا۔ لڑائی کے وقت دہلی میں موجود نہ تھا۔ واپس آیا تو زمین و آسمان کا رنگ ہی بدلا پایا۔ پتہ لگا کر اُٹھا اور منزلوں پر منزلیں طے کرتا غزنی جا پہنچا۔ ذہین اور صاحب ہنر آدمی تھا۔ اپنی ذہنی اور علمی صلاحیت کی بنیاد پر دربار شاہی میں رسائی پیدا کر لی اور غوری کے مزاج میں رسوخ پا کر مقرب بارگاہ سلطانی بن گیا۔

ایک دن دربار میں فن تیراندازی کا ذکر چھڑا تو چند نے مؤدب ہو کر عرض کیا۔ کہ اس فن میں جو کمال میرے سابق آقا پرتھی راج کو حاصل ہے وہ شاید ہی دُنیا میں کسی اور کو حاصل ہو وہ آنکھیں بند کر کے نشانے پر تیر لگانا جانتا ہے شہاب الدین نے کہا۔ "یہ مبالغہ ہے"۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص آنکھیں بند کر کے نشانے پر تیر بٹھا دے"؟ چند نے عرض کیا "پرتھی راج آپ کی تحویل میں ہے۔ آزما دیکھئے۔ میرا سچ جھوٹ آپ پر کھل جائے گا"۔

چنانچہ پرتھی راج پابہ دست زنجیر حاضر کیا گیا اور ایک مینار پر مصنوعی جانور نصب کیا گیا اور پرتھی راج کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر تیر کمان اس کے ہاتھ میں دے

دی گئی ۔ پرتھی راج زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اور چلّے کو شانے تک کھینچنے میں ہتھکڑیاں مانع تھیں۔ تاہم اس کے باوجود پرتھی راج نے چلّے کو کھینچا تو کمان دو ٹکڑے ہو گئی۔ دوسری کمان دی گئی تو اس کا بھی یہی ہوا۔ آخر پرتھی راج کے کہنے پر اس کی اپنی ہی کمان منگوا کر اس کے حوالے کی گئی۔ چند نے اس موقع پر ایک ہندی دوہا کہا جس کا مطلب تھا کہ "یہ وقت بدلہ لینے کا ہے اسے رائیگاں نہ جانے دینا"۔

پھر چند نے بادشاہ سے کہا کہ "حضور! آپ نشانہ پر تیر مارنے کی اجازت بخشیں۔ شہاب الدین نے بہ آواز بلند کہا۔" ہاں! اجازت ہے"۔ پرتھی راج نے آواز سنتے ہی رخ بدل کر کڑکڑاتی کمان سے تیر چھوڑا جو شہاب الدین کے حلق سے گزر گیا۔ اس سانحہ سے مجمع عام میں تہلکہ مچ گیا۔ چند کو یہ کب گوارا تھا۔ کہ اس کا آقا مزید بے عزت ہو اور اذیت سے مارا جائے۔ اس نے فوراً اپنی تلوار سے پرتھی راج کا سر اڑا دیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے خود بھی وہیں ڈھیر ہو گیا"۔

ملک محمد اعظم اپنے ایک مضمون "شہاب الدین غوری کے مزار پر" میں لکھتے ہیں کہ حسن اتفاق ہے کہ جہلم کے جس علاقے سے غوری میزائل داغا گیا۔ اس کے قریب ہی سوہاوہ کے مضافات میں دھمیک نامی بستی میں وہ حکمران ابدی نیند سو رہا ہے۔ جس کے نام پر اس میزائل کا نام رکھا گیا ہے۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق عظیم مسلم حکمران شہاب الدین غوری کی قبر دریائے جہلم کے کنارے دھمیک گاؤں میں ہے"۔

"نگارشن چوہتیہ" میں یوں روایت درج کی گئی ہے کہ جب پرتھوی راج اور محمد غوری کے درمیان دوسری جنگ ہوئی تو پرتھوی راج کو شکست ہوئی۔

راجہ زخمی ہوا۔ اس موقعہ پر پرتھوی راج کو گرفتار کرکے محمد غوری کے سامنے
لایا گیا تو غوری نے کہا۔ کہ

"پرتھوی راج ! میں تمہاری قدر کرتا ہوں کہ تم ایک بہادر نڈر با اصول راجپوت انسان ہو۔ مگر میں تمہاری جیسی حماقت نہیں کرسکتا کہ تمہیں معاف کردوں جبکہ میرا دل بھی نہیں چاہتا کہ تمہیں قتل کروں۔ کیونکہ تم نے میری جان بخشی کی تھی۔ اگر تم چاہتے تو مجھے قتل کرکے میرے خاندان کا نام ونشان مٹا سکتے تھے۔ پھر شاید کسی افغان حکمران کی جرأت نہ ہوتی کہ وہ ہندوستان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تم اپنے راجپوتوں کے اصول کے مطابق قتل کئے جارہے ہو۔ تم نے ایسے اصول اپنائے کہ اپنی جان سے بھی جارہے ہو۔ اور اپنے عالی شان تخت وتاج کو بھی گنوا رہے ہو۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میری رگوں میں بھی آریا خون موجزن ہے۔ لیکن افغانستان کے آب ودانہ میں بے حسی، بے وفائی اور محسن کشی بدرجہ اتم موجود ہے۔ میرے دوست ! میرے محسن ! میں اس حوالے سے مجبور ہوں اور میری بے حسی نے خون کے تمام رشتوں کو فراموش کردیا۔"

یہ کہہ کر محمد غوری نے حکم دیا کہ پرتھی راج کو قتل کردیا جائے اور دس شمشیر برداروں نے پرتھوی راج کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔"

ایک مؤرخ نے مسلمانوں کے ہاتھوں راجپوتوں کی شکست کے اسباب کا جائزہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ آپ بھی پڑھیں اور غور کریں۔

ہندوستان کے راجپوت ایک بہادر اور جنگجو قوم تھی۔ ان کی فوجی
ت بھی بے پناہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود انہیں محمد غوری نے شکست
اس کی وجوہات یہ ہیں۔

۱: پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ہندوستان پر مسلمانوں کے حملے کے وقت یہاں سیاسی استحکام کا فقدان تھا۔ تمام ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں جو کہ خود مختار تھیں بٹا ہوا تھا۔ چوں کہ مرکزیت کا فقدان تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے ایک ایک کر کے ان تمام ریاستوں کو ختم کر دیا۔

۲: راجپوتوں کی فوجی تنظیم بھی درست نہیں تھی۔ ان کا طریق جنگ اور ہتھیار دقیانوسی تھے۔ اس کے علاوہ اپنے ماضی کے کارناموں پر مطمئن و نازاں تھے ہندوستانی راجپوت اپنی افواج کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ یعنی دائیں۔ بائیں اور وسط۔ جس کے نتیجے میں ان کے تینوں حصے مسلمانوں کے سامنے کی جانب سے حملہ آور ہوتے تھے۔ جبکہ مسلمان ان کے مقابلے میں اپنی افواج کو پانچ حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ یعنی وہ دائیں، بائیں اور وسط کے علاوہ ہراول اور محفوظ دستے بھی رکھتے تھے۔ محفوظ دستے ہر وقت ان حصوں کی مدد کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ جس جانب سے بھی کمزوری پیدا ہونے کے آثار نظر آتے تھے۔ اس کے علاوہ مسلمان وسط ایشیا میں لڑائی بھڑائی کی بدولت نئی نئی جنگی چالوں اور ہتھیاروں سے واقف تھے۔ وہ تیر اندازی اور آتش بازی میں ماہر تھے۔

۳: میدان جنگ میں راجپوت اپنے ذاتی جوہر دکھانے کے لئے اس انداز سے بڑھتے تھے۔ جیسے وہ کسی فن کا مظاہرہ کر رہے ہوں۔ وہ بڑے بانکے پن سے لڑائی لڑتے تھے لیکن ان کے برعکس مسلمانوں کا خیال تھا کہ جنگ میں ہر عمل جائز ہے اور وہ ایسا حربہ استعمال کرنے کی کوشش کرتے جو انہیں کامیابی اور دشمن کو شکست دے سکے۔ امکانی طریقہ سے پریشان کرنے کی تدابیر اختیار کرتے تھے۔ دشمن فوج کی توجہ دیگر

مسائل کی طرف لگانے کے لئے وہ تالابوں کو مسمار کرا دیتے تھے تاکہ دشمن
فوج وہاں سے پانی حاصل نہ کر سکے ۔ اطراف کے علاقے کو بھی تباہ و برباد
کر دیتے تھے تاکہ دشمن کو ستانے کا موقع بھی نہ مل سکے ۔ ان حالات
میں راجپوتوں کے لئے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا ناممکن تھا ۔

۴ : ہندوؤں میں ذات پات کی تفریق عام تھی ۔ اس ذات پات کی
تفریق نے ہندوؤں کے معاشرے کو بے شمار ذاتوں میں بانٹ رکھا تھا ۔
ان ذاتوں کے آپس میں تعلقات کشیدہ رہتے تھے اور ان کے درمیان سماجی
خلیجیں حائل تھیں ۔ جس کے نتیجے میں مسلمان حملہ آوروں کے خلاف متحد نہ
ہو سکے ۔ اس کے علاوہ چار ذاتوں میں سے صرف ایک ذات کے ذمے
لڑائی کا کام تھا ۔ باقی تینوں ذاتوں کا خیال تھا کہ وہ ملکی حفاظت کے
لئے کچھ نہیں کر سکتے ۔ جس کے نتیجے میں ہندوستان کی تین چوتھائی
آبادی جنگ سے غیر متعلق رہتی تھی ۔

۵ : راجپوت ہندو اپنے جنگی ہاتھیوں پر بہت ناز کیا کرتے تھے ۔ کیوں
کہ لڑائی کے دوران یہ ہاتھی بڑے کارآمد ثابت ہوتے تھے ۔ لیکن لڑائی
کے میدان میں شور و غل سے عین مقابلے کے وقت ہاتھی بدک جاتے تھے
اور اپنی ہی فوج کو روندتے ہوئے نکل جاتے تھے ۔ ہاتھیوں کو بھاگتا دیکھ
کر ہندوؤں کی فوج حوصلہ ہار دیتی تھی ۔ کثرت کے باوجود وہ ہمت ہار دیتے
تھے ۔

۶ : اس کے علاوہ ہندوستان کے حکمران راجاؤں میں یہ بہت بڑی کمزوری
تھی ۔ جس کے سبب سے انہیں شکست ہوتی کہ وہ لڑائی کے میدان میں

خود بہت کم حصہ لیتے تھے۔ بلکہ اپنے سپاہیوں کو لڑائی کی جنگ میں جھونک کر خود دور کھڑے تماشہ دیکھتے رہتے۔ جنگ کے میدان میں ان کی عدم موجودگی سپاہیوں کو برگشتہ کر دیا کرتی اور وہ جم کر نہ لڑ سکتے۔ اس کے برعکس مسلمان بادشاہ محمد غوری خود تمام لڑائیوں میں شریک ہوا۔ اور خود سپہ سالاری کے فرائض انجام دیتے ہوئے باقاعدہ عام سپاہیوں کی مانند لڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی سپاہ کا حوصلہ بلند رہتا تھا اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوتے تھے۔ (ص ۳۹، ۴۰)

لولے چوہان راجپوت

یہ بھی چوہان راجپوتوں کی ایک گوت ہے۔ جن کا اصل مسکن جھنگی رانا ضلع فیروزپور میں واقع ہے۔
پاکستان پنجاب میں چند ایک مقام میں آباد ہیں۔

پرتھوی راج اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

کنور نثار احمد ایڈووکیٹ تحریر فرماتے ہیں کہ

"حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بشارت دی کہ معین الدین چشتی بھارت جاکر تبلیغ اسلام کرے۔ آپ ہند کا راستہ نہ جانتے تھے نہ جگہ اور سمت کا اتہ پتہ تھا۔ بڑے تذبذب میں رہے یہی بشارت دوسری شب رہی۔ آپ سخت حیران اور پریشان رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل فوراً کیسے کی جائے۔ تیسری شب سرکار مدینہ سرورِ سینہ نے خود اپنے عصا مبارک سے سلسلہ کوہستان کوہ ہندو کش اور مکرانی پہاڑیوں میں سے لاہور کا راستہ دکھایا۔ جہاں حضرت داتا گنج بخش ہجویری کا روضہ مبارک دکھایا۔ پھر عصا مبارک سے راجستھان میں پرتھوی راج کا محل دکھایا۔ جہاں ایک بلند روشنی تھی۔ آپ رسول اکرمؐ کے حکم کی تعمیل میں ہندو راجپوتوں کو حلقہ بگوش اسلام کرنے آئے۔

حضورؐ نے فرمایا تھا کہ وہاں ایک ایسی قوم آباد ہے جن میں تمام صفات اسلام کی ہیں۔ صرف اور صرف اس ارض گلزستان میں دعوت اسلام دینے کی ضرورت ہے۔ وہ عہد کے پابند، دوستی کے پاسدار، جھوٹ سے نفرت، گفتار اور کردار میں فرق نہیں، پردہ کے پابند، معاشرتی زندگی میں رحمت، میدان کارزار میں سیسہ پلائی دیوار، نفس کش، غیرت مند انصاف پسند، دیانت دار، دنیا میں تیل سب موجود ہیں صرف آگ دکھانے کی ضرورت ہے"۔

" بلکہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو حضورؐ کے دربانوں نے جو

روضہ اطہر پر تعینات تھے ۔ آواز لگائی کہ ہے کوئی معین الدین! تو اس نام کے کافی آدمی کھڑے ہو گئے وہ پھر روضہ اطہر کے اندر گئے ۔ اور دوبارہ آواز لگائی کہ ہے کوئی معین الدین چشتی! تو آپ نے لبیک کہا ۔ کہ میں ہوں ۔ انہوں نے پیغام دیا کہ آپ کو رسول اکرم ﷺ روضہ اطہر میں یاد فرما رہے ہیں ۔ آپ روضہ کے اندر گئے اور سلام کیا ۔ حضور ﷺ نے قبر اطہر سے ہاتھ باہر نکال کر مصافحہ فرمایا اور کہا کہ ہم آپ سے بہت خوش ہیں ۔ آپ ہندوستان جا کر اجمیر شریف میں تبلیغ اسلام فرمائیں باقی پہلے بیان ہو چکا ہے ۔"

شیخ زادہ مولوی نصیر احمد چشتی اجمیری تحریر کرتے ہیں ۔ کہ جب خواجہ معین الدین چشتی اجمیر شریف تشریف لائے ۔ اس وقت اجمیر شریف پر راجہ پرتھوی راج کی حکومت تھی ۔ پرتھوی راج کی ماں علم النجوم میں کافی مہارت رکھتی تھی ۔ اس نے اپنے علم سے یہ معلوم کیا کہ یہاں عنقریب اسلام کا دور دورہ ہوگا ۔ یہ اطلاع دس بارہ برس قبل ہی پرتھوی راج کو مل گئی تھی اور وہ اس فکر میں گھلا کرتا تھا ۔ اس کی والدہ نے علم نجوم سے حضرت خواجہ صاحب کا حلیہ بھی بتا دیا تھا اور جس زمانے میں آپ اجمیر شریف گئے اُسی زمانے میں پرتھوی راج نے اعلان کر دیا تھا کہ جو اس حلیے کے آدمی کو گرفتار کر کے لائے گا اُسے کافی انعام واکرام دیا جائے گا ۔ جب آپ کو راجہ کے ملازمین نے اجمیر کے نواحی پہاڑیوں کے دامن میں دیکھا تو آپ سے فریب کرنے کے لئے کہا کہ آپ بزرگ آدمی معلوم ہوتے ہیں ۔ چلئے! ہم آپ کو ایک جگہ ٹھہراتے ہیں ۔ آپ نے اپنے نورِ روحانی کشف سے معلوم کر لیا کہ یہ دھوکے باز ہیں ۔

چنانچہ آپ نے اُن کی باتیں نہیں سُنیں اور شہر اجمیر کے اندر داخل ہو گئے اور قیام فرمانے کے لئے وہ جگہ تجویز کی۔ جہاں مہاراجہ کے اُونٹ بیٹھا کرتے تھے لیکن مہاراجہ کے شتر بانوں نے آپ کو اٹھا دیا اور کہا کہ یہاں مہاراجہ کے اُونٹوں کی جگہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ "اچھا تو اب وہ آرام سے بیٹھے رہیں"۔ یہ کہہ کر آپ تالاب اَنا ساگر کی طرف تشریف لے گئے۔ جب صبح ہوئی تو اونٹوں والوں نے اونٹوں کی چراگاہ کی طرف لے جانے کے لئے اُٹھایا تو کوئی بھی اُونٹ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ بہت مارپیٹ کی۔ مگر سب بے سُود رہا۔ آخر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چلو اس ملنگ کے پاس چلیں۔ جس نے کل یہاں آکر ڈیرہ ڈالا تھا۔ وہ سب کے سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی مانگی۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "جاؤ تمہارے اونٹ کھڑے ہو جائیں گے"۔

جس وقت وہ ساربان وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی کہ ہر اُونٹ کھڑا ہو چکا تھا۔ یہ واقعہ آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گیا۔ کچھ لوگ مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ایک فقیر اس قسم کا پہاڑی پر ٹھہرا ہے اور اس کی وجہ سے اونٹوں کا یہ واقعہ پیش آیا راجہ نے حکم دیا کہ اُسے فوراً شہر سے نکال دو۔ فوراً اُس وقت کئی آدمی آپ کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے پہنچے۔ اُس وقت آپ اَنا ساگر پر تشریف فرما تھے۔ یہ اَنا ساگر اُس زمانے میں پرستش گاہ بنا ہوا تھا اور اس کے آس پاس ہزارہا مندر اور بُت نصب تھے۔

جب خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ایک جمِ غفیر اپنی طرف آتے دیکھا تو

آیت الکرسی شریف دَم کرکے مُٹھی بھر خاک گروہ کی طرف پھینک دی۔ وہ خاک جس جس کے چہرے پر پڑی۔ وہی بدحواس ہوا۔ اور ایک لمحے کے بعد سارا لشکر سرپٹ بھاگتا ہوا بستی کی جانب بھاگ گیا۔ دوسرے روز اس پہلی شکست کے ردِ عمل میں راجہ نے رام دیو نامی ایک مہنت کو ایک بڑا لشکر دے کر آپ کی شہر بدری کے لئے روانہ کیا۔

رام دیو آپ کے قریب آیا اور آپ کے جمالِ جہاں تاب پر ایک نظر ڈالتے ہی تھر تھر کانپنے لگا۔ آپ نے اس کو اس حالت میں دیکھ کر ایک پیالہ پانی عنایت فرمایا کہ لے اسے پی لے۔ اس نے فوراً وہ عطیہ قبول کر لیا اور اس پانی کے حلق میں اُترتے ہی اُس کا قلب پھر گیا اور اُسی وقت آپ کا مُرید ہوا۔ آپ نے اس کا نام شادی دیو رکھا۔

جب اس حادثے کی خبر اہلِ اجمیر کو ہوئی تو سب کو خیال ہوا کہ یہ بزرگ کوئی بڑا ہی جادوگر ہے۔ اس کا مقابلہ کوئی جادوگر ہی کر سکتا ہے۔ اس زمانے میں سارے ہندوستان میں جے پال نامی کاہن کی بڑی شہرت تھی۔ راجہ نے فوراً جے پال کو معہ اس کے کئی صد چیلوں کے طلب کیا اور حضرت سے مقابلہ کرنے کو کہا۔ جے پال اپنے سارے لاؤ لشکر سے لیس ہو کر اَنا ساگر کی طرف چلا۔ حضرت نے مکاشفہ الٰہی سے یہ معلوم کر لیا کہ جے پال اس طرف آرہا ہے آپ نے اپنے عصائے مبارک سے اپنے ساتھیوں کے گرد ایک حلقہ سا بنا دیا اور فرمایا انشاء اللہ دشمن اس حصار کے پاس نہ آئے گا۔

جے پال شور و غل مچاتا ہوا آیا اور بے دھڑک اس کے ساتھیوں نے حصار کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی۔ مگر جس کا بھی پَیر اندر پڑا بے ہوش ہو گیا۔ اب تو جے پال بہت گھبرایا۔ انہوں نے ایک چال چلی کہ اَنا ساگر

سے ان بزرگوں کو پانی نہ لانے دیں گے ۔ آپ نے ان کی یہ حرکت دیکھ کر فرمایا جس طرح بھی ہو سکے ۔ ایک پیالہ پانی اَناساگر سے بھر لاؤ۔ اس حکم کو شادی دیو نے بسر وچشم قبول کیا اور کسی نہ کسی طرح لڑتے بھڑتے تالاب تک پہنچ کر ایک پیالہ بھر لیا ۔ اسی وقت سارا تالاب کرامت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے خشک ہو گیا ۔ اور اہل اجمیر پیاس سے بے چین ہونے لگے یہ دیکھ کر جے پال حصار کے قریب آیا اور حضرت سے مخاطب ہوا کہ آپ تو فقیر ہیں آپ کو تو رحم وکرم کرنا چاہیئے نہ کہ خلق کو پریشان کرنا چاہیئے ۔ اس وقت آپ نے شادی دیو کو حکم دیا کہ جا اور پیالہ تالاب میں پلٹ دے ۔ پانی آلٹتے ہی تالاب بدستور سابق لہریں مارنے لگا ۔ اس کے بعد جادوگروں نے ہر طرح سے اپنا اپنا جادو آزمانا شروع کیا ۔ مگر حصار کو کچھ گزند نہ پہنچا ۔ آخر جے پال نے اپنا مرگ چھالا ہوا میں چھوڑا ۔ اور اس پر سوار ہو کر آسمان کی طرف اڑا ۔ آپ نے یہ شعبدہ دیکھ کر تبسم فرمایا اور اپنی کھڑاؤں کو حکم دیا ۔ کہ جاؤ ۔ اسے واپس لاؤ ۔ کھڑاویں اپنی جگہ سے ہوا کی مانند اُڑیں ۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد خود بخود جے پال کے سر پر تڑ تڑ مارتی ہوئی زمین کی طرف لے آئیں ۔ جے پال اس حادثے سے اس قدر خوفزدہ ہوا ۔ کہ فوراً آپ کے قدموں میں سر رکھ کر اسلام قبول کر لیا ۔ اس کے بعد آپ نے جے پال کو دعا دی کہ جا اللہ نے تجھے حیات جاودانی بخشی اور اللہ تعالیٰ تجھ کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا ۔ حضرت نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا ۔"

(سفر نمبر ۱۲ تا ۱۴ ۔ داستان اولیاء)

سنجوگتا کا سوئمبر

ہے مشہور سنجوگتا کا سوئمبر
بیاں کر چکے ہیں اسے لوگ اکثر

تھا قنوج میں ایک جے چند راجا
بڑا خاندانی بڑی شان والا

اسی کی تھی سنجوگتا ایک دختر
رچایا تھا جس کے لئے یہ سوئمبر

تھا اجمیر میں پرتھی راج ایک راجہ
بڑا ہی بہادر تھا یہ نیک راجہ

بڑا سورما اور شوکت نشان تھا
یہی تخت دہلی پہ حکمراں تھا

اسے دل سے سنجوگتا چاہتی تھی
مگر اس سے جے چند کی دشمنی تھی

سوئمبر کا دن جب قریب آ کے پہنچا
ہر اک دیش میں اس نے بھاٹوں کو بھیجا

بڑی شان و شوکت سے خیمے لگائے
ہر اک مُلک سے اُس کے مہمان آئے

مگر پرتھی راج اس جگہ پر نہ آیا
کہ اس کو نہ جے چند نے تھا بلایا

سانپ کاٹے کا ورد

دھن دھن گرگا دھن کالی سلطان
پربت دھوڑا دھمیا چڑھیا گگا چوہان
گگے نیباں جھاڑیاں بولن باشنک ناگ
کولی کالے کوئی پر ملے دیندے لیندے کا بول پھوک
صدقہ پیر پیراں دا ساڈی اللہ اگے کوک

دھن دھن دھنے وِس مول نہ چڑھے
جو دھرتی دا سپ ہے آون احمد کبیر دے گڑے
اُچے ٹبے ربت پڑے وِس مول نہ چڑھے
اُچا پیل جانڈلہ دیول پئی چھپاں
جا بابا مائی واصلاں گگا دھریا شو نال
جتھے گگا جمیا او تھے سکھ سا کھتی تھاں

چھوٹی جیہی ناگنی جڑیں جڑیں تے وِتھ
سپ تے ٹھوٹھیں دی پیر گگے دی رکھ
اسم اللہ جسم فقیر اللہ
مدد میری صدقہ پنجتن پاک اللہ

